توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امریکی مذہبی دہشت گردی سے
مولانا وحید الدین خان کی خرافات تک

الطاف حسین ندوی

الرسالہ
Al-Risala
July 2006

توہینِ رسالت□

16

ا مریکی مذہبی دہشت گردی سے

مولانا وحید الدین خان کی خرافات تک

الطاف حسین ندوی کشمیری

شاہ ہمدان□ سوسائٹی کشمیر

فون نمبر:+919419522211

©جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

توہین رسالت□

امریکی مذہبی دہشت گردی سے[17] مولانا وحید الدین خان کی خرافات تک

مصنف: الطاف حسین ندوی کشمیری

ناشر و تقسیم کار :

شاہ ہمدان سوسائٹی کشمیر

فہرست عناوین

چوتھا باب:سد باب سے عاری عالم اسلام

پانچوا ں باب:

گستاخا ن رسول□ قرآن کی نگاہ میں

ساتوا ں باب:

صحابہ کرا م□ کے ہاتھوں گستاخوں کا انجام

آٹھوا ں باب :

توہین رسالت□ کے مجرمین ا ور اسلا می حکمران

نواں باب:

گیارہواں باب:

تو ہین رسالت□کا سب سے المناک پہلو

بارہوا ں باب:مقام احمد مجتبیٰ□

انتساب

”امام الانبیاء محمد رسول اللہ کے نام “

جن کی عزت و احترام کے متعلق خالق انسان

نے خود ہی فرمایا وللّٰہ العزۃ ولرسولہ اور عزت تو اللہ ،

اس کے رسول( ) کے لئے ہے ۔



مقدمہ

بے شمار حمد و ثنا اس رب کریم کے لئےجس نے ناچیز کو اُمت محمد میں پیدا کیا۔لاکھوں درود اس رحمۃ للعالمین پر جن کی رسالت و نبوت کے روشن آفتاب سے سارا عالم نغمہ توحیدسے سرشار اور منور ہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ،اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

12**جولائی 2010ء کوامریکی پادری ٹیری جونز نے قرآن مقدس کو نذرآتش کرنے کااعلان اپنے ٹوئٹر اکاؤنٹ (twitter account) پر کیا۔مگر حکومتی دباؤ کے نتیجے میں وہ اپنے ناپاک ارادے سے باز آیا۔ دوسری مرتبہ یعنی21مارچ 2011ء کو اس نے قرآن مقدس کو جلا کر اس کی اعلانیہ توہین کی، اگلے سال 28اپریل 2012ء کو اس نے ایران میں قید ایک امریکی پادری کی گرفتاری کا بہانہ بنا کر پھر ویسی ہی بد بختانہ حرکت کی ، پھرستمبر2012ء میں اس نے سام بسائل کے ساتھ مل کر ایک اور ناقابل برداشت حرکت یہ کی کہ حضور نبی کریم کی توہین پر مبنی ایک فلم" انو سینس آف مسلمز (Innocence of Muslims)" رلیز کرنے میں اس کی بھر پور**

معاونت کی ۔ اپریل 2013ء میں اس نے پھر اعلان کیا کہ وہ 11ستمبر کی یاد میں ہزاروں قرآن شریف کے نسخوں کو جمع کر کے نذر آتش کر دے گا اس بار امریکی حکومت کی آنکھ کھلی تو اس نے ٹیری جونز کو گرفتار ی کا حکم صادر کردیا ۔

ان شرمناک واقعات سے قبل[31] امریکی فوجیوں نے عراق میں قائم اپنی ہی بدنام زمانہ جیل"ابو غریب "عراق میں قرآن شریف کو قیدیوں کے سامنے بیت الخلاء میں پھینک کراس کی بے حرمتی کی ،سال2005ء میں ایسی ہی شرمناک حرکت ان کم ذات فوجیوں نے "گونتا نامو بے"جیل میں مسلمان قیدیوں کا حوصلہ توڑنے کے لئے کی، جس کی شکایت انھوں نے "عالمی ریڈ کراس" کے ممبران سے ایک ملاقات میں بھی کی تھی ۔

اسی طرح کی حرکت ان فوجیوں نے فروری 2012ء کو بگرام ائیر بیس افغانستان میں انجام دیکر کئی سو قرآنی نسخوں اور دینی کتابوں کو قیدیوں سے چھین کر جمع کر کے انھیں ان کے سامنے جلا ڈالا ۔ ہر حادثے کے بعد مسلمانوں نے احتجاج کیا اورمسلم ممالک میں اپنے ہی مسلمان پولیس والوں کی گولیوں سے ان کے سینے چھلنی بھی ہو ئے۔حکمرانوں ،قائدین ،علماءِ کرام اور مسلمان دانشوروں نے احتجاج کیا، ان واقعات کی مذمت کی اور بات ختم ۔نہ امریکی ان حرکتوں سے بازآئے نہ ہی 57مسلمان ممالک کے حکمران اس سے زیادہ کچھ کر سکے۔موجودہ حکمران طبقے اور لیڈران کو دیکھ کر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ یہ بالادست طبقہ مغرب کی ذہنی ،فکری اور سیاسی غلامی میں بری طرح مبتلا ہے ۔

یہ کتاب ‘‘توہین رسالتﷺ امریکی مذہبی دہشت گردی سے مولانا وحید الدین خان کی خرافات تک’’ لکھنے کا بنیادی محرک سام بسائل کی توہین نبی پر مبنی فلم ‘‘مسلمانوں کی معصومیت’’بنا ،جس میں حضور نبی کریم ﷺ پر بے بنیاداتہامات لگاکراپنے چہرے پر کالک ملنے کی دیدہ دانستہ کوشش کی گئی حتیٰ کہ وہ کچھ بھی اس فلم میں پیش کیا گیاجس کو تحریری شکل دینے کی ہمت نہیں ہو پا رہی ہے اور تو اور” انسانیت و عصمت کے محافظ معصوم پیغمبر ﷺ “پر نفس پرستی اور دہشت گردی تک کی تہمت لگا دی گئی نعوذباللہ من غضب اللہ ۔کتاب کے لئے مطلوبہ موادتلاش کرتے ہو ئے میرے سامنے ایک نئی بات یہ بھی سامنے آئی کہ خان صاحب آف انڈیا اور غامدی صاحب آف پاکستان کا موقف جمہور علماء سے بالکل مختلف بلکہ متضادہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ توہینِ رسالت ﷺ کے جرم پر سزاکا موقف علماء کا خود ساختہ اور گمراہ کن ہے ۔مگر طرفین کے موقف اور دلائل کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حضرات خود اس حوالے سے خوفناک گمراہی میں مبتلا ہیں۔ ان کے مختلف ”ارشادات و تفردات“کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بے چارے مغرب کے فکری اور سیاسی غلام ہیں اور اس طرح کے ”لطیفوں“ سے مغرب کی نمک حلالی کا حق ادا کرتےہیں، دوران مطالعہ قارئین پر یہ راز آپ سے آپ منکشف ہو جائے گاان شاءاللہ ۔

کتاب کل بارہ ابواب پر مشتمل ہے ۔پہلے دو ابواب میں تفصیل کے ساتھ توہین رسالتﷺ ،اس کا پس منظر اور پس پردہ حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔تیسرے باب میں نبی رحمتﷺ اور قرآن کریم کی توہین کے موجودہ اہم اور خفیہ کرداروں پر سے پردہ ہٹانے کی از بس کوشش کی گئی ہے ۔چوتھے باب میں عالم اسلام کی بے بسی ،اس کے اسباب اور اس کے کرنے کے اصل کام پر بحث کی گئی ہے ۔پانچویں ،چھٹے،ساتویں ،آٹھویں اور نویں باب میں بالترتیب قرآن ،حدیث،عمل

صحابہ ،مسلم حکمرانوں کے فیصلے اورفقہائے اسلام کے فتاویٰ پر مبنی اہم دلائل پیش کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ دسویں باب کے مطالعہ سے قبل ہی آپ کے سامنے وہ دلائل آجائیں جن کو کوئی اہمیت دئے بغیر بہ یک جنبش قلم مولانا وحید الدین خان صاحب اور ڈاکٹر جاویداحمد غامدی صاحب نے رد کردیا ہے ۔دسویں باب میں توہین رسالت پرپہلے ڈاکٹر غامدی اور اس کے بعدمولانا وحید الدین خان کے موقف اور دلائل کو پیش کیا گیا ہے اور اس کے بعد ان کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے ۔گیار ہویں باب میں ایک اور پہلو پر بھی اجمالاًروشنی ڈالی گئی ہے کہ بسااوقات خود بعض مسلمان علماء بھی شعوری یا غیر شعوری طور پرتوہین رسالت میں ملوث ہو جاتے ہیں اور جب ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی جاتی ہے ،تو وہ اس کو مسلکی ،فکری یا تنظیمی عداوت پر محمول کرتے ہو ئے نظر انداز کردیتے ہیں جو بہت ہی المناک صورتحال ہے ۔بارہویں باب میں انتہائی اختصار اور اجمال کے ساتھ نبی کریم کے مقام بلند پر روشنی ڈالنے کی حقیر سی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین کے ذہن میں حضور نبی کریم کی شخصیت کا خاکہ بن سکے کہ جن کی ذات محترم اسلام ،ایمان ،قرآن،رسالت،نبوت اور آخرت کی داعی اول ہے اگر وہ قابل احترام اور ان کی توہین کرنے والے قابل سزا نہیں ہیں تو پھر کون لائق عزت ہےاور کس کا جرم قابل مواخذاہ ہے؟

کتاب میں تفسیر ،حدیث ،فقہ ،تاریخ کے جو حوالے شامل ہیں ان میں اکثر وہ کتابیں شامل ہیں جو بیروت،شام ،عراق اورسعودی عربیہ میں نئے نئے ایڈیشنوں اور حوالوں کے ساتھ شائع ہوئی ہیں جو اکثر المكتبة الشاملة کے انٹرنیٹ ایڈیشن میں شامل ہیں ،لہذا قارئین سے گذارش ہے کہ حوالوں کی تلاش کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں تاکہ انھیں کتاب سے متعلق کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو جائے اور اس بات

کوذہن میں رکھیں کہ برصغیر ہندوپاک میں شائع شدہ عربی لٹریچر عرب دنیا میں شائع شدہ لٹریچرکے حوالہ جات اس لئے مختلف ہوتے ہیں کہ عرب ممالک میں اولاًمائکرو سافٹ ورڈ استعمال کیا جاتاہے جبکہ برصغیر ہندو پاک میں انپیج سافٹ وئر یا دستی کتابت اور پھر دونوں خطوں کے پرنٹنگ پریس میں آسمان و[34]زمین کا فرق بھی ہے ۔جس سے ضخامت پر خاصااثر پڑتا ہےاور صفحات پر نمبرات میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور عربوں میں شائع کتابوں میں شروحات کو بھی شامل کیا جاتا ہے لہذا یہ ایک ناگزیر تبدیلی بن جاتی ہے جس سے نہ صرف صفحات میں تبدیلی ہو جاتی ہے بلکہ مجلدات بھی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں برائے کرم اس بات کا دوران مطالعہ اور تحقیق خاص خیال رکھیں ۔

میں اپنے اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں جنھوں نے مجھے تصنیف و تالیف کی تربیت دیکر اس مقام تک پہنچا دیا کہ مجھے دو لفظ لکھنے کاسلیقہ آیا ہے۔میں کتاب کی تصحیح اور ہر وقت نیک مشوروں سے نوازنے کے لئے ڈاکٹر عنایت اللہ ندوی صاحب (ڈوڈہ)کا بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی علمی اور تصنیفی مصروفیات کو نظر انداز کرتے ہوئے میرے لئے کافی وقت نکالا اور ایک ایک لفظ کی درستی میں میری معاونت کی ۔جن صاحب علم دوستوں نے مجھے اس کتاب کی تیاری میں مفید مشوروں سے نوازا، ان میں ڈاکٹر جوّہر قدّوسی صاحب مدیر ماہنامہ الحیات،البنات اور کریسنٹ(انگریزی)کا اگر ذکر نہ کیا جائے تو بڑی زیادتی ہوگی ۔اللہ تعالیٰ ان دونوں دوستوں کو اجر عظیم سے نوازے ۔میں شاہِ ہمدانؒ سوسائٹی کشمیر کے کارکنان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں بڑی دلچسپی ،توجہ اور خلوص کا مظاہراکیا۔آخر پر میں اپنے گھر والوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میرے لئےعسر میں یسرپیدا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اگر مصنف کو

قلبی سکون اور ذہنی یکسوئی میسر نہ ہو تو بڑے سے بڑا قلمکار عاجز آکر انتہائی اہم کام کو راستے میں ادھورا چھوڑ سکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ان کے دامن کو دونوں جہانوں کی خوشیوں سےبھر دے ۔آمین

الطاف حسین ندوی کشمیری
سلر اسلام آباد کشمیر

باب اوّل

اہانتِ رسول ﷺ کی نئی لہر
36

جولائی 2012ءمیں ایک شیطان صفت امریکی یہودی سام بسائل نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے چند مصری تارکین وطن کے ساتھ مل کر (innocense of muslims)نامی توہین آمیزفلم بنائی ہے، جس پر ساری دُنیامیں شدید ردعمل سامنے آیا ہے یہ ردعمل فطری نوعیت کا تھااگر اس سے ہزار گنا زیادہ آجاتا تو بھی کم ہوتا اس لیے کہ یہ کسی مسلمان ملک پر ایٹم بم گرانے سے بھی بڑا جرم اور گناہ ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے یہ براہ راست اسلام پر حملہ ہے۔ اگر سارے عالم اسلام میں رہنے والے مسلمانوں کے ایک ایک بچے کو کاٹا جائے ،سبھی عورتوں اور بچیوں کو جلایا جائے ،سبھی مسلمان مردوں کو گیس چیمبرز کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتارا جائے تو بھی وہ سبھی جرائم امریکی شہری کی تازہ گستاخی کی برابری نہیں کر سکتے ہیں ،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی ذات مقدس کی توہین ہے جن کے سامنے سارے عالم کی مسلمانوں کی زندگیاں ہیچ ہیں۔ اور ان ذات کے لیے جان و مال کی قربانی دینا کوئی نقصان نہیں بلکہ سعادت اور فخر کی بات ہے ۔

پس منظر:

مغرب میں عرصہ دراز سے ”غلیظ یہودی صحبت کے سبب“یہ بدمعاش ،بدذات ،کمینہ صفت اورابلیسی مزاج لوگ ہر نئے مہینے میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے کوئی نہ کوئی نیا فتنہ پیدا کرتے ہوئے عالم اسلام میں مغرب مخالف جذبات بھڑ کا کر ایک37ایسی صورتحال پیدا کر دیتے ہیں،جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہو نا یقینی ہوتا ہے اور اس کے اسباب ایک دو نہیں بلکہ کئی ہوتے ہیں۔یہودی عرصہ دراز سے مغرب میں بڑھتی ہوئی ‘‘قبولیتِ اسلام لہر ’’سے پریشان ہی نہیں بلکہ خائف بھی ہیں ،اور وہ کسی طرح بھی اس ‘‘ایمانی لہر’’کو روکنے کے لیے بے تاب دکھائی دیتے ہیں ،اس لئے کہ ان کا تجربہ ہے کہ مغرب میں یہودیت سینکڑوں برسوں تک کام کرنے کے باوجود بھی اہل مغرب کو اپنی طرف مائل نہیں کر پائی بلکہ اس کے برعکس یہودی ہی اسلام کے گرویدہ ہو گئے، اگر چہ ان کی تعداد عیسائیوں اور ہندوٴں کے مقابلے میں بہت کم ہو تی ہے ۔اس چیلنج سے نمٹنے یا بالفاظ دیگر مقابلہ کرنے کی عدم استعداداور ہزیمت کے اعتراف کے بجائے وہ انتہائی نیچ اور گٹھیا طریقے استعمال کرتے ہوئے ایک تیر سے کئی شکار کرنا چاہتے ہیں۔

یہودی کمینوں کو معلوم ہے کہ مسلمان ہر ظلم اور توہین سہہ سکتا ہے اور برداشت بھی کر سکتا ہے، مگر جب بات حضور اکرم □ کی آجائے تو وہ ردعمل میں آخری حد تک جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس کی گواہ ہے کہ جب بھی ذات محمدی □ کی بات آئی تو مسلمان اپنے تمام تر مسلکی اور گروہی اختلافات کوبھلا کر بیک زبان اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے سرفروشانہ میدانِ عمل میں آگیا۔ اس جذبے سے فائدہ اٹھاتے ہو ئے یہودی کمینوں نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کا ایک نیا طریقہ یہی توہین و

تضحیک نکالا ہے تاکہ مغرب میں بڑھتی ہوئی ‘‘قبولیتِ اسلام لہر’’بھی رُک جائے اور مغرب میں عوامی سطح سے لیکر سرکاری سطح تک ہر فرد اور لیڈر مسلمانوں کے خلاف ایک ہو کر غلط نتائج اخذ کرنے میں کامیاب ہو جائیں ۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی معاشرے میں ‘‘اخلاقی اقدار ’’نام کی کوئی ادنیٰ سی چیز بھی موجود نہیں ہے ۔انسانیت کا ان کے ہاں نام بھی نہیں ہے،مذہب کا نام لیتے ہی ان پر وحشت طاری ہوتی ہے ،وہ عیسائی کم بلکہ دہریے اور خدا بیزار زیادہ ہیں ۔

زنا ،فحاشی اور عریانی ان کی تہذیب کا حصہ ہیں ،وہ مذہبی شخصیات حتیٰ کہ خود حضرت عیسیٰ پر بھی ایسی ناقابل بیان فلمیں تیار کرتے ہیں جن کو دیکھ کر ایک مسلمان کی روح کانپ اُٹھتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہودی جب اسلام مخالف خاکے یا فلم بناتے ہیں تو انھیں ردعمل کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔مسلمانوں کے اس فطری ردعمل کو سمجھنے سے مغرب کا آج کا دہریہ انسان عوام سے لیکر حکمرانوں تک سمجھنے سے قاصرہیں۔ ان کی کھوپڑی میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ ایک مذہبی شخصیت کے ساتھ کیا کسی کو اس قدر محبت ہو سکتی ہے؟ کہ وہ اپنا سب کچھ اس نام پر فنا کرتے ہوئے توہین کرنے والے کی ‘‘گردن اڑانے کا عزم کرے ’’سمجھنے کے بجائے وہ یہودی کم بختوں اور کمینوں کے تیار کردہ ان ہی کے پنجے میں جھکڑے ہوئے میڈیا کی وساطت سے اس جذبے کو ایک غلط نام دیکر گمراہ کن توجیہات اور تاویلات کے ذریعے اس سے ‘‘شدت پسندی ’’کی گالی کے ذریعہ بے اثر کرد یتے ہیں۔ اور اس طرح اہل مغرب اصل حقیقت تک پہنچنے کے برعکس یہودیوں کے منشا کے عین مطابق ان جذبات کو مسلم ممالک میں اپنے "مغرب پرست دوستو ں" کے ذریعہ ختم کراتے ہیں۔

چارلی ہیبڈو پر حملہ :

بی،بی،سی اردونے 2نومبر 2011ء کو یہ خبر نشر کی کہ " فرانسیسی پولیس کے مطابق پیرس میں ایک مزاحیہ رسالے’چارلی ہیبڈو‘ کے دفتر میں پیٹرول بم پھینک کر[39] آگ لگا دی گئی ہے۔یہ واقعہ فرانسیسی جریدے کی جانب سے اپنے اگلے ایڈیشن میں پیغمبرِ اسلام کا نام بطور مہمان مدیر شائع کیے جانے کے فیصلے کے بعد پیش آیا ہے۔اس ایڈیشن کے سرورق پر پیغمبرِ اسلام کا خاکہ بھی شائع کیا گیا ہے۔رسالے کے منتظمین کا کہنا ہے کہ ان اقدامات کا مقصد کسی کے جذبات بھڑکانا نہیں تھا بلکہ وہ تیونس اور لیبیا میں مسلمانوں کی فتح کا ’جشن‘ منانا چاہتے تھے۔ایک اطلاع کے مطابق رسالے کے دفتر پر پٹرول بم سے حملہ کیا گیا جس سے دفتر مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔رسالے کے مدیر نے بتایا ’اب ہمارا اخبار نہیں آئے گا۔ ہمارا سارا سامان تباہ و برباد ہو گیا ہے۔‘واقعے پر موجود پیٹرک پیلوژ نے خبر رساں ادارے اے ایف پی کو بتایا کہ پٹرول بم دفتر کی کھڑکی سے اندر پھینکا گیا جس کے باعث دفتر کے کمپیوٹر سسٹم کو آگ لگ گئی۔تاہم ابھی تک کسی قسم کے جانی نقصان یا کسی کے زخمی ہونے کی اطلاعات سامنے نہیں آئیں۔واضح رہے کہ سنہ دو ہزار سات میں اس رسالے نے پیغمبرِ اسلام کے بارہ خاکے دوبارہ شائع کیے تھے جو اس سے قبل ڈنمارک کے اخبار میں بھی شائع ہوئے تھے۔فرانس میں بی بی سی کے نامہ نگار ہیو شوفیلڈ نے بتایا کہ اس رسالے کا تمام مذاہب کی جانب رویہ ایک طویل عرصے سے قابلِ احترام نہیں رہا ہے۔

حملے کے باوجود چارلی ہیبڈو کا عملہ اپنی شرارتی حرکتوں سے باز نہیں آیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ شرمناک خاکے شائع کرنے لگا ۔مغربی حکومتیں بالعموم اور فرانسیسی حکومت بالخصوص اس

شرانگیز مہم کا دفاع کرنے لگیں کہ مغرب اظہارِ رائے پر قدغن نہیں لگا سکتا ہے حالانکہ دوسروں کے جذبات کے ساتھ کھیلنا اظہار رائے نہیں بلکہ اظہارِ حماقت و جنون ہے ۔مگر مغرب ہر اس شر انگیز مہم کا دفاع کرتا ہے جس سے مسلمانوں کو دکھ پہنچتا ہے ۔پھر معاملہ سنگین اس وقت بنا جب کچھ بندوق بردار نوجوانوں نے 7 جنوری 2015ء کے دن چارلی ہیبڈو پر حملہ کر کے 12 افرادکو قتل اور 11 کے قریب دوسروں کو زخمی کر دیا ۔اس کاروائی پر ساری دنیا میں شور شرابا بلند ہوا اور ہا ہاکار مچی ۔ہر طرف مسلمانوں کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں ۔دنیا کے اکثر رہنما اس کاروائی کی مذمت کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو ہدف تنقید بنانے لگے مگر کسی نے بھی چارلی ہیبڈو کی سیاہ کاریوں کی مذمت نہیں کی نہ ہی یہ بتانے کی زحمت گواراکر لی کہ دراصل خود چارلی ہیبڈو کا پاگل پن ہی اس حملے کا ذمہ دار ہے ۔اس کی صحافت اوراظہار رائے حقیقت میں ایک دھوکہ ہے جس کی آڑ میں وہ دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح کرتا ہےحالانکہ اس کی ان حرکتوں پر ساری دنیا کے مسلمانوں نے بار بار احتجاج کیا مگر اس کو "مغرب کےبیہودہ قانونی تحفظ"نے ہر بار اور جری کردیا اور اس نے پہلے سے بھی زیادہ وسیع پیمانے پر "توہینی خاکے "شائع کرنے کا اعلان کردیا۔

دنیا کے مسلمان اس پر حملے سے خوش تو نہیں ہوئے مگر زیادہ غمگین بھی نظر نہیں آئے اس لئے کہ قلبی ،ذہنی اور مذہبی جذبات کا مجروح ہوجانا جسمانی تکالیف سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے ۔مغرب ہمیشہ ایک ایسی صورتحال کو جنم دیتا ہے جس میں مسلمان ہی ہر طرح سےپریشان ہوں اور وہ بخوبی واقف ہیں کہ مسلمانانِ عالم نبی کریم کی ذات کے حوالے سے خاصے حساس واقع ہو ئے ہیں ۔ایک طرف ان کی توہین پر خاموش تماشائی کا رول تو دوسری جانب اس

کے ردعمل کا انتظار تاکہ مسلمانوں کو دہشت گردوں کے روپ میں پیش کر کے "مغرب میں دعوت"کے بنیادی اور اہم کام پر روک لگانے کا موقع میسر آجائے ۔

العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق چارلی ہیبڈو پر حملے کے پسِ منظر میں پیرس میں دہشت گردی کی مذمت کے[41]حوالے سے ہونے والے ملین مارچ میں مسلمان ممالک سمیت یورپ اور دنیا بھر کے اہم سیاسی رہنماؤں نے بھی خصوصی طور پر شرکت کی۔ فرانسیسی صدر فرانسو اولاند کی جانب سے یورپی ممالک کی قیادت اور اردنی فرمانروا شاہ عبداللہ دوم کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف بین الاقوامی سطح کے اس ملین مارچ میں جرمن چانسلر انجیلا مرکل، برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون، ان کے اطالوی ہم منصب ماتیو رینزی، اسپین کے ماریونو راکھوی، ڈنمارک کے ہیلی تھورینگ شمیٹ، بیلجیئم کے چارل میچل، ہالینڈ کے مارک روٹ، یونان کے انطیونس سامارس، پرتگال کے بیڈرو باسوس کویلو، بلغاریہ کے بویکو بوریسوف،میگری کے ویکٹور اوربان،جورجیا کے ایراکلی گاربیا چفلی، رومانیہ کے صدر کلائوس یوھانیس، یورپی یونین کے صدر جان کلوڈ یونکر، یورپی پارلیمنٹ کے اسپیکر مارٹن چولز اور یورپی کونسل کے چیئرمین ڈونلڈ ٹاسک کے علاوہ اردن کے شاہ عبداللہ دوم،ان کی اہلیہ، فلسطینی صدر محمود عباس، تیونسی وزیر اعظم مہدی جمعہ،روسی وزیر خارجہ سرگی لافروف، کوسووو کی صدر عاطفہ یحاگا اور ترکی کے وزیر اعظم احمد داؤد اوگلو، یوکرائنی صدر پیٹرو یوروشنکو، افریقی ملک مالی کے صدر ابراہیم بو بکر کیتا، گابون کے علی بونگو، نیجر کے محمدو عیسوفو اور شمالی امریکا سے وزیر انصاف اریک ہولڈر سمیت سیکڑوں عالمی شخصیات نے شرکت کی ۔کاش مغربی اور مسلم رہنماؤں نے کبھی عالمی سطح پر تمام انبیاء اور سبھی مذہبی

شخصیات کی توہین کرنے کے خلاف بھی اسی طرح کا مارچ منعقد کیا ہوتا اور اقوام متحدہ میں مذہبی شخصیات کی توہین کو دہشت گردی کے زمرے میں لاکر اس طرح کی حرکتیں کرنے والے مجرمین کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا ہوتا تو شاید مسلمانوں اور دیگر اقوام کے بیچ آج42کی طرح وسیع خلیج پیدا ہی نہ ہوتی ، المیہ یہ ہے کہ مغرب طاقت کے نشے میں چور وہی کچھ کرتا ہے جس سے اس کے حیوانی جذبات اور مذہب بیزار تصورات کو تقویت پہنچتی ہے ۔

فلم کے خلاف ردِ عمل:

فلم کے خلاف ردعمل کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب امریکہ میں یہ توہین آمیز فلم **innocense of muslims** منظر عام پر آئی اور اس کے بعض حصوں کو یو ٹیوب اور دوسری سوشل وئب سائٹس پر لوڈ کر کے دنیا تک پہنچا دیا گیا ۔تو مسلم دنیا میں سب سے زیادہ سخت رد عمل لیبیا اور مصر میں دیکھنے کو ملا ،لیبیا میں امریکی سفیر کوہلاک کردیاگیا ،جس پر پوری مغربی دنیا چیخ اُٹھی کہ مسلمان ‘‘وحشی مظاہرین’’نے ایک سفیر [1]کو بھی نہیں بخشا ۔یہ قتل اگر چہ ابھی تک ایک معمہ ہے کہ پر امن مظاہرین کے علاوہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے سفارت خانے پر آتشیں اسلحے سے حملہ کر کے لیبیائی پولیس سمیت کئی امریکیوں کو مارڈالا ۔ باوجود اس کے کہ اگرخود یہ حرکت مظاہرین نے ہی کی ہو تو بھی سفیر کے مارے جانے کے پس منظر کو نظر انداز نہیں کیا جا نا چاہئے تھا ۔مغرب کابہرہ اور کانا میڈیا ہمیشہ وہی سنتا اور دیکھتا ہے جس سے

---

[1]جے۔ کرسٹوفرنامی امریکی سفیرستمبر 2012ء کو لیبیا میں امریکی ایمبیسی پر حملے میں ہلاک ہوا

ان کے یہودی آقا خوش ہوتے ہیں ۔اور ان کی خوشی ان حادثات میں دوبالا ہو جاتی ہے ۔اس پس منظراور اس کے نتائج کو سمجھنے کے بعدیہ دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہماری پست ہمتی کا حال یہ ہے کہ جو ہمیں کرنا چاہئے وہ ہم نہیں کر سکتے ہیں لہذا یہ ایک بے محل سی بات ہو43گی ،البتہ یہ کتاب جو دراصل ''تشخیص مرض ''کے ساتھ ساتھ اس کے علاج کا بھی سامان فراہم کرے گی ،میں اس تذکرے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے ۔اور وہ ہے ''احتساب ''رعایا سے لیکر علماء اور حکمرانوں تک ؟جو نہ کبھی ہوا نہ ہم جیسے پست حوصلہ لوگوں سےممکن ہوگا !!!اس لئے کہ ہم دوسروں کی طرف دیکھنے کے عادی ہو چکےہیں اپنے گریبان میں جھانکنے کے روادار عوام ہیں نہ حکمران ؟ حالانکہ اب اس کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت بڑھ چکی ہے۔

بات چل رہی تھی مظاہروں کی ؟مظاہرہ بھی ایک درست قدم ہے مگر کب تک؟اس لئے کہ یہ اس چیلنج کا ''عارضی اور وقتی علاج'' ہے دائمی اور حتمی نہیں۔امریکیوں پر غصہ ،کیوں اور کیسے ؟ایک غصہ وہ ہے جس کے وہ عراق سے لیکر افغانستان تک شکار ہیں وہ ان کے اپنے اعمال ، غلط عزائم اور ارادوں کی دین ہے اس پر جتنا شکر اللہ تعالیٰ کا ادا کیا جائے کم ہےکہ وہ کس طرح آج بھی اپنے ناتواں بندوں کو فتح و نصرت سے نواز کر'' فرعونِ دوراں'' کو ذلیل و خوار کرتا ہے اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ان کی اشیا (products)کا بائیکاٹ کر کے ان کی معیشت پر کاری ضرب لگا دی جائے تاکہ ان کے ''عالمی پولیس مین اور داداگری'' کا خواب چکنا چور ہوجائے مگر کیا ہم جیسی ''باتونی اُمت'' ایسا کبھی کرپائے گی؟ نہیں کبھی نہیں! اس لئے کہ ہمیں باتوں ،نعروں اور تقریروں کی لت لگی ہے اورہم عمل سے بھاگتے ہیں۔ پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ

یہ ایک بہت بڑا چلینج ہے اس سے صرف نعروں اور جلوسوں سے ہی نہیں نمٹا جا سکتا ہے ؟دوسری بات یہ کہ اس حوالے سب سے مؤثر رول صرف آزاد مسلم ممالک کے حکمران ہی ادا کر سکتے ہیں غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمان زیادہ سے زیادہ احتجاج کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے44ہیں ۔

مسلم ممالک اپنا رول کھو چکے ہیں ان پر اسلام بیزار سیکولر اور لبرل لوگ مسلط ہیں۔ جن کے نزدیک اس سنگین مسئلے پر زیادہ سے زیادہ زبانی احتجاج کے علاوہ کچھ اور ممکن نہیں ہے ،حالانکہ اگر سارے وہ مسلم ممالک جو"اُو ،آئی ، سی " (O.I.C) جیسے مفلوج ادارے سے جڑے ہیں امریکی سُفرا کو ہی اپنے ممالک سے احتجا ج کے لیے باہر نکالتے تو صورتحال یکسرتبدیل ہو سکتی تھی۔ مگر کیا یہ کام امریکی اور یہودی غلاموں سے ممکن ہے ؟نہیں اور ہر گز نہیں ۔سوائے اس کے کہ مسلم ممالک کے لوگ مصری ،تیونسی اور لیبیائی لوگوں کیطرح اُٹھیں اور حرام خور امریکی پٹھوں کو حسنی مبارک اور زین العابدین جیسے انجام سے دوچار کردیں [2]اور ساتھ ہی ساتھ عوام سے لیکر خواص تک ہر ایک اپنا بغور محاسبہ کریں کہ کیاہم عملی پہلو کے اعتبار سے مسلمان کہلائے جانے لائق ہیں ؟اعمال و عقائد دیکھے جائیں تو جواب نفی میں ملتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم صرف وقتی طور پرجذبات میں آکر اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے پھر اسلامی تعلیمات کو روند دیتے ہیں ۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فی الوقت اس کا علاج کیا ہے ؟عقل کہتی ہے کہ جو فیصلہ فوری طور پر مسلم لیڈروں نے لیاتھاکہ پُر امن احتجاج کیا جائے وہ برحق فیصلہ تھا، مگریہاں سوال

[2]میرا مطلب ہے بہار عرب کی طرح کا عوامی انقلاب

پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ''تسلسل کے ساتھ ظاہر ہونے والی اس برائی'' کا دائمی علاج ہے؟پھرہم احتجاج کرتے وقت احتجاج بھول کر اشتعال انگیزی کرتے ہو ئے مغربی شہریوں پر غصہ نکالتے ہیں اور دوران احتجاج اپنی ہی پراپرٹی کو نقصان پہنچاتے ہیں؟یہ بھی عجیب بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جب ہم امریکہ کے[45] خلاف احتجاج کر رہے ہوتے ہیں تو ہم اسی وقت احتجاجی جلسے میں شریک اپنے بھائیوں کی گاڑیاں یا دکانیں بھی نذر آتش کرتے ہیں ۔جس کا کوئی شرعی یا اخلاقی جواز نہیں ہے ۔احتجاج بلا شبہ کیا جائے مگر ''مالِ مسلم''جس کی حرمت احادیث سے ثابت ہے پر ہاتھ ڈالا جائے نہ کسی بے گناہ غیر مسلم کو پریشان کیا جائے ۔اب رہی بات ''عالمی بدی کے محورو مرکز امریکہ اور اسرائیل کی''تو اس سلسلے میں پر امن احتجاج کے ساتھ ساتھ اگر کئی چیزیں عملائی جائیں تو امریکہ اور اسرائیل کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ اور وہ اسلام کے خلاف زبان درازی کرنے والے دہشت گردوں کی لگام کس لیں گے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک حکومتی سطح کی جس کی فی الحال اُمید نہیں ہے اس لئے کہ ان کی اکثریت انہی کے پالتو ؤں کی ہے ،لہذا ان سے آقا کی مخالفت کی اُمید رکھنا کار عبث ہے ،بچ بچا کے دوسری صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے عوام ....تو عوام پر امن احتجاج کے ساتھ ساتھ ممکنہ ذرائع سے اسلام اور حضور کی اصل تصویر عیسائی دنیا تک پہنچانے کی کوشش کریں دوم امریکی اور اسرائیلی اشیاکی پہچان کراکے عالمی سطح پر ان کامسلمان بائیکاٹ کریں ۔علماء سامنے آکر مغربی دنیا تک اس معاملے میں شدت جذبات کی صحیح اور حقیقی روح پہنچا نے کی بھر پور اور ہر ممکنہ کوشش کریں تاکہ مغربی دنیا میں اس حوالے سے دی گئی آزادی کو قانونی طور پر منسوخ کرنے کی تحریک پیدا ہو جائے اور اہل مغرب یہ سمجھ لیں کہ عوام کو دی ہوئی بے جاآزادئ اظہارِ رائے آزادی

نہیں بلکہ یہ کروڑوں انسانوں کی دل آزاری کا باعث بننے والی تکلیف دہ مہم کا معاملہ ہے۔

اشتعال انگیزی:

فلم کتنی قبیح اور اشتعال انگیز ہے اس کے بارے میں صرف ایک پاکستانی صحافی حامدمیر صاحب کے یہ الفاظ پڑھ لینا کافی ہیں کہ‘‘ گیارہ ستمبر 2001ء نیویارک میں القاعدہ کے حملوں سے 3ہزار امریکی مارے گئے تھے لیکن ۱۱ستمبر 2012ء کو یوٹیوب پر جاری کی جانے والی اس فلم نے کروڑوں مسلمانوں کی روح کو زخمی کیا۔ میں اس فلم کو چندمنٹ سے زیادہ نہیں دیکھ سکا۔ اس خوف ناک فلم کی تفصیل کو بیان کرنا بھی میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ بس یہ کہوں گا کہ اس فلم کے چند مناظر دیکھ کر سام بسائیل کے مقابلے پر اسامہ بن لادن[3] بہت چھوٹا انتہاپسند محسوس ہوا۔ یہ اعزاز اب امریکا کے پاس ہے کہ اس صدی کا سب سے بڑا دہشت گرد سام بسایئل اپنی انتہائی گندی اور بدبودار ذہنیت کے ساتھ صدراوباما کی پناہ میں ہے[4]۔

---

[3]اسامہ بن لادن شہیدؒ سعودی عربیہ کا رہنے والا ایک شہزادہ تھا جو اخوان المسلمون کی تحریک سے بالعموم اور سید قطب شہیدؒ کی تحریروں سے بالخصوص متا ثر ہو کر ڈاکٹر عبداللہ عزامؒ شہید(مصری)کے ساتھ” افغانستان پر روسی جارحیت“ کے وقت اسی کےعشرے میں شامل جہاد ہوااور پھرسویت یونین کو شکست سے دوچار کرنے والے افغان مجاہدین میں امریکی سازشوں کے نتیجے میں نااتفاقی کا ناسور پیدا ہواتواس کے پس منظرمیں طالبان تیزرفتار جنگی کاروائی کے نتیجے میں غالب آکر حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے اسامہ اس وقت بھی ا فغا نستا ن میں ایک مختصر وقت کے سوا موجود ر ہے یہاں تک کہ امریکہ پر گیارہ ستمبرکے دن مشکوک حملہ ہواجس میں کئی ہزارلوگ ہلاک اورزخمی ہو گئے امریکی حکومت نےاس حملے کاالزام اُسامہ شہید پر عائد کیا مگر اس کا کوئی ثبوت وہ پیش نہ کرسکی اور پھر طالبان سے اسامہ کی حوالگی کے مطالبے کے بہانے نیٹو افواج کو ساتھ لیکر افغانستان پرایک خوفناک جنگ مسلط کی جس میں اسامہ بن لادن انھیں نہیں ملے البتہ پاکستان کے ڈ ا کٹر شکیل آفریدی نامی ایک مخبر کی اطلاع پرایبٹ آباد پاکستان میں انھیں شہید کیا گیا۔

[4]روز نامہ جنگ 17 ستمبر 2012ء

اس میں دو رائے نہیں کہ 2012ءسے قبل بھی بعض شیطان صفت انسان سلمان رشدی اورتسلیمہ نسرین کی طرح ایسی ہی احمقانہ حرکتیں کر چکے ہیں اور آئندہ بھی اس طرح کے سانحات پیش نہ آنے کی کوئی گارنٹی نہیں ہے ،اس لئے کہ دنیا میں جب تک باطل ہے اور اس کی پشت پر یہودی ہیں اس[4] طرح کی گندی اور غلیظ حرکتیں کرنے والے شیاطین جنم لیتے رہیں گے ۔یہودی ان سانحات میں بلواسط یا بلا واسط ملوث ہو تے ہیں ۔پیغمبروں کی توہین ان کی فطرت ہے قرآن مقدس ان کی اس شیطنت اور ابلیسی جرأت پر سے اس طرح پردہ اُٹھاتا ہےاللہ تعالیٰ فرماتا ہے :وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَق،انھوں نے ناحق پیغمبروں کو قتل کر دیا [5]دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :يااَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ□ کو اذیتیں دیں تھیں،پھر اللہ نے اُن کی بنائی ہو ئی باتوں سے اس کی برات فرمائی اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھا [6]۔ا س قوم نے پیغمبروں اور ان کے پیرو کاروں کو نہ صرف شدید جسمانی تکالیف میں مبتلا کیا بلکہ روحانی اذیتوں کے ساتھ ساتھ استہزااور تمسخر میں بھی یہ لوگ پیچھے نہیں رہے۔جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بدترین عذاب میں مبتلا کر کے ‘‘عالمی امامت کے منصب’’سے معزول کرتے ہوئے ان کی جگہ بنی اسماعیل کو سرفراز فرمایا ۔سخت تنبیہات کے باوجود بنی اسرائیل باز نہیں آئے بلکہ تسلسل، شدت اور تیزی کے ساتھ اللہ کے پیغمبروں سے علیٰحیدگی اختیار کرتے ہوئے اپنی گمراہی پر ڈٹ گئے اور ان کا ظالمانہ رویہ برابر حضوراکرم□ کی بعثت تک جاری رہا۔ آپ□کی تشریف آوری کے بعد اس میں اتنی شدت آ گئی کہ آپ □ کو براہ راست نقصان پہنچانے کے لیے کبھی آپ□ پر پتھر گرا کر شہید

---

[5]سورۃ البقرۃ-583461

[6]سورۃ الاحزاب-69

کرنے کا پروگرام تشکیل دیا گیا اور کبھی دعوت کے موقع پر کھانے میں زہر ملاکر شہید کرنے کی کوشش کی گئی [7]۔

آپ کے اس عالم فانی سے انتقال کے بعد بھی یہود آپ کی ذات محترم کو نقصان کے در پےہوئے ۔آپ کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد یہود کا توہین48آمیز رویہ باربار آپ کے پورے نظام کے لیے ایک چیلنج کی صورت اختیار کر چکا تھا ۔صحابہ کرام ان کے اس رویے سے کافی پریشان تھے اور جب معاملہ حد سے زیادہ بڑھنے لگا تو آپ نے توہین کرنے والوں کے سر خیل کعب بن اشرف کو قتل کرنے کاحکم دیا جیسا کہ صحیح بخاری اورصحیح مسلم میں یہ واقعہ درج ہے ''حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس سے کچھ بات کروں (یعنی میں ا س کے ساتھ کچھ ایسی باتیں کروں گاجن سے آپؐ کی برائی تو ہوگی، لیکن اس سے وہ میراا عتبار کرلے گا) آپ نے فرمایا کہہ (جو مصلحت ہو) [8]اسی طرح ایک اور واقعہ صحیح بخاری میں ہی ایک اور یہودی کے متعلق درج ہےکہ: رسول اللہ نے ابو رافع یہودی کوقتل کرنے کے لئے چند انصار کا انتخاب فرمایاجن پر عبد اللہ بن عتیک امیرمقرر کیا گیا اور یہ ابو رافع رسول اللہ کو ایذا دیا

---

[7]صحیح مسلم،باب السم،جلد:7،صفحہ نمبر14،حدیث نمبر:5834،سنن ابی داؤد،جلد:4،صفحہ نمبر:294

[8]صحیح مسلم کتاب،الجهاد والسير،بَاب قَتْل كَعْب بْن الْأَشْرَف طَاغُوت الْيَهُود،**جلد:5،صفحہ نمبر:184حدیث نمبر :4765 ،صحیح البخاری،کتاب المغازي،**باب قتل كعب بن الأشرف،**جلد:4،صفحہ نمبر:1481،حدیث نمبر3811**

کرتا تھا [9]۔ ‘‘اسی طرح ایک اور واقعہ ایک یہودی عورت کا امام ابوداؤدؒ نے درج کیا ہےکہ:‘‘ حضرت علی سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم کو گالی دیتی تھی اور آپؐ کی شان میں گستاخی کرتی تھی،ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ کر قتل کردیا تو نبی کریم نے اس کے خون کو رائیگاں[10] قرا ردیدیا [11]۔’’ یہ تینوں واقعات چھٹے باب میں بتفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ 49

یہودیوں کے اسی قابل نفرت رویے پر ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی رقمطراز ہیں: ‘‘جیسے جیسے مدینہ کے یہودیوں کو علم ہوتا گیا کہ نبی کریم بنی اسماعیل میں سے ہیں ،ان کی عداوت بڑھتی چلی گئی۔ حضور کو جانی ومالی اذیت پہنچانے کے ساتھ انھوں نے آپ کی سیرت اور شخصیت پر پروپیگنڈے کی شکل میں اعتراضات کیے۔ تقریباً یہی صورت اس وقت تک برقرار رہی جب تک مغربی دنیا نے اسلامی علوم سے واقفیت نہ حاصل کرلی تھی۔مذہبی رہنماؤں کے ذریعے برپاکی ہوئی صلیبی جنگوں میں ناکامی نے یورپ کے بُغض وعناد کو مزید بھڑکا دیا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی شکست کو فتح میں بدلنے کے لیے انتہائی تکلیف دہ باتیں نبی سے منسوب کیں ۔ زمانے کے تغیر کے ساتھ مغرب میں ‘‘دور دانش ’’کی ہواچلی تو انھوں نے اپنی حکمت عملی بدلی اور علمی بنیادوں پر سیرتِ رسول پر اعتراضات اٹھانا شروع کیے ،نہایت کمزور اور فرضی دلائل کے ساتھ ہر بری بات کو آپ سے منسوب کیا ’’۔صنمیات وضع کیں،چڑیا اور چڑے کی کہانیاں گھڑیں، وحوش وبہائم کی دل خراش داستانیں ترتیب دیں،کنویں کا افسانہ تراشا،بیماری کے قصے تیار کیے،نزول وحی کی کیفیات کو صرع

---

[9]صحیح البخاری:کتاب الجهاد والسیر ،باب قتل المشرک النائم،جلد:7،صفحہ نمبر 569،حدیث نمبر 3023:

[10]یعنی خون کا قصاص نہیں لیا

[11]سنن ابو داؤد،کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی ،حدیث نمبر-4361

سےتعبیرکیااوروحی کو لاشعوری واہمہ ٹھہرایا،تعدد ازواج کو نفس پرستی پر محمول کیا، آپ□ کی تنگی وترشی کو عیش وعشرت سے تعبیر کیا،اسلام کو پر تشدد مذہب ثابت کیا اور نبی □ کواس کا علم بردار۔چنگیز کے اسلاف سے تعلق ثابت کرنے کے لیے خراسان کی وطنیت موسوم کی ،ہسپانیہ کے مفروضہ سفر کے اہتمام کیا، راہبوں سے نام نہاد تعلیم کے حصول کے ڈھول پیٹے،عیسائی فوج میں تربیت کی داستان تراشی،فرضی حکمرانوں کے خون کا الزام رکھا،عیسائی عہدہ داری اور الوہیت کی تہمت دھری،پھر جو کروٹ بدلی تو جہنم کے شیاطین کو بھی پناہ مانگنے پر مجبور کردیا۔منفی جذبات ہمیشہ انصاف کا خون کرتے ہیں،مغرب کو حقائق کاعلم ہوچکا ہے ،لیکن تعصب اور دشمنی ابھی تک ذہن سے چمٹے ہوئے ہیں [12]۔

گستاخانہ فلم کی تفصیل:

ناصر الدین مظاہری صاحب اپنے مضمون میں فلم کی حقیقت اور اصلیت پر کچھ اس طرح لکھتے ہیں:‘‘ گیارہ ستمبر کی گیارہویں برسی کے موقع پر جاری کردہ اسلام کی توہین اور شان رسالت□ پر مبنی گستاخانہ امریکی فلم کے بارے میں انکشاف ہوا ہے کہ اس کا پراڈیوسر ایک اسرائیلی نژداد امریکی ہے ۔کیلی فورنیاسے تعلق رکھنے والے سام بیسائل نامی یہودی نے اس فلم کی تیاری میں سو یہودیوں سے پچاس لاکھ ڈالر وصول کئے اور پیغمبراسلام□ کے خلاف فلم بنائی جسے گیارہ ستمبر کی گیارہویں برسی کے موقع پر ریلیز کیا گیا۔ اس گستاخانہ فلم کی وجہ سے دنیابھر میں اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ خصوصاًعرب ممالک میں اس کے خلاف سخت رد عمل دیکھنے میں آیا ہے ۔لیبیا میں امریکی سفیر سمیت چار امریکی مارے گئے ہیں۔ مصر میں بھی امریکی سفارتخانے پر حملہ ہوا اس کے

[12] اسلام ،پیغمبر اسلام□ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکرصفحہ نمبر 162

بعد یہ احتجاجی تحریک یمن کے بعد فلسطین اور تیونس بھی پہنچ گئی ہے۔ تاہم تمام مسلم حکمرانو ں نے اس فلم کی زبانی کلامی مذمت کی حد تک ہی معاملہ محدود رکھادوسری جانب مصر میں اس گستاخانہ فلم کو انگریزی سے عربی میں منتقل کرنے والے نومصری باشندوں کو اشتہاری مجرم قرار دے کر انہیں گرفتار[51]کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ العربیہ کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں نائن الیون حملوں کی گیارہویں برسی کے موقع پر امریکی عیسائی پادریوں اورمصری قبیطوں کی بنائی گئی گستاخانہ فلم کی ریلیز کے خلاف جہاں عالم اسلام میں سخت رد عمل سامنے آیا ہے وہاں یہ انکشاف بھی ہوا ہےکہ اس متنازعہ فلم کا پراڈیوسر ایک اسرائیلی نژداد امریکی ہے جو فلم رلیز ہو نے کے بعدروپوش ہواتھا۔ رپورٹ کے مطابق العربیہ ڈاٹ نیٹ نے پراڈیوسرسام بسائیل کی تصویرکے حصول کی بہت کوشش کی ہے تاہم اس کی تصویر نہیں مل سکی ہے، البتہ یہ اطلاعات ملی ہیں کہ باون (52)سالہ سام بسائیل امریکی ریاست کیلی فورنیاکا رہنے والا ہے ،اوروہ وہیں پر روپوش ہے سی، این عربی(C.N arabi) کی رپورٹ کے مطابق امریکی اخبار وال اسٹریٹ جنرل نے متنازعہ فلم کے پراڈیوسر سام بسائیل سے ایک انٹرویو لیا ہے ۔اس میں مذکورہ پراڈیوسر کا کہنا تھا کہ میری فلم ایک سیاسی فلم ہے ۔جو اسلام کے منافقانہ چہرے سے نقاب ہٹاتی ہے(نعوذ باللہ)۔ اس نے مزید کہا ہے کہ اسلام ایک سرطان ہے۔ جس کے خلاف ہمیں اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنی چاہیے۔ رپورٹ کے مطابق العربیہ نے ملعون پراڈیوسر کے بارے میں جومعلومات جمع کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سام نے اسرائیل سے شائع ہونے والی عبرانی اخبار ہارٹونز سے بھی ٹیلی فون پر بات چیت کی ہے ۔اخبار نے سام بسائیل کا ٹھکانہ معلوم ہونے کے باوجود صیغہ راز میں رکھا ہے ۔تاہم اس سے ہونے والی بات چیت کے کچھ اقتباسات شائع کئے ہیں۔ مذکورہ اخبار سے بات کرتے ہوئے سام بسائیل نے

متنازعہ فلم کے انگریزی سے مصری لہجے میں ڈبنگ سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ اس فلم کی تیرہ منٹ کی فوٹیج سماجی رابطوں کی وئب سائٹ یوٹیوب پر بھی نشر کی جاچکی ہے ۔یو ٹیوب کی انتظامیہ نے اس پر ردعمل آنے کے بعدانٹرنیٹ سے ہٹانے کابھی اعلان کیا تھا۔ذرائع کے مطابق فلم پراڈیوسرسام بسائیل خود بھی مصری عربی لہجے سے واقف ہے کیونکہ فلم کا انگریزی سے عربی میں نہایت مہارت کیساتھ ترجمہ پیش کیا گیا ہے فلم کا انگریزی اسکرپٹ تو سام بسائیل نے خود ہی تحریر کیا ہے۔ جس کی تیاری پر اسے تین ماہ کا عرصہ لگا اس فلم کے ساتھ 59 فنکاروں کا 45 دوسرے افراد نے" پس کیمرہ" کام کیا۔ گستاخانہ فلم سال2011ءکے آخرمیں مکمل کرلی گئی تھی اور اسے امریکہ میں ہالی ووڈ کے ایک تھیٹر میں لوگوں کو دکھایا بھی گیا تھا۔ تاہم اسے منظر عام پر لانے کے لئے گیارہ ستمبر کے موقع کا انتظارکیا گیا، اس کی تیاری پر پچاس لاکھ ڈالرکی لاگت آئی ہے اور یہ ساری رقم امریکا کے سویہودیوں سے جمع کی گئی تھی۔

بدنام زمانہ گستاخ رسول وقرآن امریکی پادری ملعون ٹیری جونز بھی اس فلم کا ایک اہم کردار ہے۔ جس عرصے میں یہ فلم اپنی تیاری کے مراحل میں تھی اسی دوران کم بخت جونز قرآن کریم کے نسخے نذر آتش کرنے کی دھمکیاں دیتا رہا ہے۔ پچھلے سال گیارہ ستمبرکی دسویں برسی کے موقع پر اس نے قرآن کریم کے نسخے جلانے کا اعلان کیا تھا اور اس سال سام بسائیل سے تعاون کر کے یہ فلم بنا کر اسلام اورہمارے آقا کی شان میں ایک نئی گستاخی کی ۔معصوم مسلمان کے نام سے بننے والی اس فلم میں فنکارٹھیٹ امریکی انگریزی لہجے میں مسلمانوں کو بداخلاق، دہشت گرد اور تفنن طبع کے لئے تشدد کرنے والوں کے طور پر پیش کرتے ہیں ۔ہم جنس پرستی کے موقع پر گھومتی اس فلم کی کہانی میں ایسے مقالے شامل ہیں جن سے

اسلام کے آخری پیغمبرحضرت محمد □ کی شان میں صرف گستاخی ہی کا پہلو نکلتا ہے۔

دوسرا باب

توہین نبی□اور پسِ پردہ حقائق

یہ بات ہر مسلمان کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ یہ واقعات حادثاتی طور پر وقوع پذیر نہیں ہوتے ہیں ،بلکہ طویل مشاورت اور سوچ و بچار کے بعد یہودی ان کاموں کو انجام دیتے ہیں ۔ساتھ ہی یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جانی چاہیے کہ ارشادنبوی□ کے عین مطابق یہ لوگ ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی ہیں۔چاہئے وہ عیسائی ہوں یا یہودی ،ہندو ہوں یا بودھ۔‘‘الکفر ملۃ واحدۃ ’’ کو ذہن میں رکھ کر ان سانحات کی تہہ تک جایئے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ دورِحاضر میں ان تمام اقوام کے ہاتھوں مسلمان ہی تختہ مشق کیوں بنائے جا رہے ہیں ۔یہودی اور عیسائی بہت اچھی طرح اس بات کو سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے نبی □ کے ساتھ جو عقیدت اور تعلق وابستہ ہے وہ ایسا مستحکم ہے کہ اس رشتے کو ختم کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے ۔مسلمان قوم اپنے نبی□ کے لیے مرنا فخر سمجھتے ہیں انھیں یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ ان کے جیتے جی کوئی

ان کے نبی کی توہین کرے ۔ اکثر غیرمسلم اقوام مسلمانوں کو میدان جنگ میں شکست سے دوچار کرنے میں اب تک ناکام رہ چکے ہیں ،طویل منصوبہ بندی کے بعد انھوں نے مسلمانوں میں منافقین کو بھرتی کر کے آپس میں ہی لڑا دیا اور تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے غیروں کی خوشنودی کے خاطر طویل اور انتہائی[56]نقصان دہ اور شرمناک جنگیں لڑی ہیں ۔جن میں دونوں جانب مسلمان مارے گئے۔ اس کے علاوہ جو اہم کام یہودو نصاریٰ نے کیا وہ ہے اہل اسلام کا دین حقیقی سے رشتہ کاٹ ڈالنا یا کمزور کردینا ہےاس کے لیے انھوں نے تعلیم کو استعمال کر کے اس کوروزگاراور معیشت کے ساتھ جوڑ دیا۔اس دین بیزارتعلیم کی کوکھ میں جو نسل تیارہوئی وہی اس وقت مسلم ممالک کے حکمران بن بیٹھے ہیں ۔ہر جگہ ان کے ان چیلوں نے انہی کے نظام تعلیم اور نظام معیشت کو نافذکردیا ہےجس سے مسلم ممالک کوبے حیائی اور قرض کے سواکچھ نہیں ملا ۔

معاشرتی تقسیم کے بعد یہودیوں کے خفیہ ہاتھوں ہم اس قدر بے بس ہو گئے ہیں کہ پچاس سے بھی زیادہ مسلم ممالک میں ایک اقلیتی طبقہ وہاں کی عوام پر مسلط ہوا ہے جن سے لڑتے ہوئے سینکڑوں سال بیت گئےمگر ابھی تک کوئی قابل قدر چیز ان کےہاتھوں میں نہیں آئی ہے ۔اسلام پسندوں کو قدامت پسندی اور انتہا پسندی کی گالی سے عوام میں بے وقعت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور مغرب پرستوں کے لیے سیاسی اور عسکری اثرورسوخ استعمال کر کے انھیں اقتدار تک پہنچا دیاجاتا ہے ۔ مسلم ممالک کے تمام تر وسائل پر انھیں مکمل کنٹرول حاصل ہونے کے بعد اسلام پسندوں کو ختم کرنے کا ٹاسک دیا جاتا ہے-2013ء اور 2014ء میں مصر اور بنگلہ دیش میں اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی کے خلاف خونین آپریشن اور تیونس میں ان کی جائز حکومت کو ختم کرنے والی صورتحال اس نظریے پر صادق

آتی ہے ،اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ایک بھی مسلمان ملک افرا تفری اور تشدد سے پاک نہیں ہے۔پر امن ذرائع سے حکومت میں آنے کے بعد جب اسلام پسندوں کو راستے سے بالجبر ہٹا دیا جاتا ہے تو اسلام پسندوں کے لیے موت و حیات کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی نوجوان پود ہتھیار اُٹھا کر دوسرا مشکل راستہ اختیار کر لیتی ہےاور اب صورتحال تبدیل ہوتی ہوئی نظر آتی ہے آگے کیا ہوگافی الوقت کچھ کہنا کافی مشکل دکھائی دیتا ہے ۔

مرکزِ اسلام سے کاٹنے کی سازش:

یہودیوں نے اس ساری صورتحال کا بغور جائزہ لینے کے بعد مسلمان قوم کو ان کے مرکز سے کاٹنے کے لیے تمام تر وسائل بروئے کار لائے اور اہانت نبی□ بھی اسی مہم کا ایک اہم ہتھیارہے اس لیے کہ مسلمانوں میں دین سے لگاؤ دوسری قوموں کے مقابلے میں قابل مثال ہے ۔یہ تعلق انتہائی عمیق اور گہرا ہے جس کا تصور کرنابھی غیر مسلموں کے لیے بے حد مشکل ہے ۔یہودیوں کی کوشش یہ رہی ہے کہ کسی طرح حضور□ کو دوسری دنیاوی ”تاریخی شخصیات“ کے مماثل شمارکیا جائے اور باربار کی بے ادبی سے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دنیا کی دوسری غیر مسلم اقوام میں ان کی شخصیت کومجروح کردیاجائے تاکہ مسلمان جس طرح حضوراکرم □ کو رول ماڈل کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ صورت بھی دعوت و تبلیغ کرنے والوں کے لیے مشکل بن جائے ،حالانکہ یہ گمراہی کے ساتھ ساتھ ان کا بدترین دیوانہ پن ہے جس کی حقیقت اگلی سطور میں خود ہی واضح ہو جائے گی ۔

یہودیوں کی تاریخ ہے کہ طلوع اسلام کے بعد انھوں نے ایک دن بھی مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے بغیر نہیں گزارا گویا یہ ان کے لیل و نہار کا حصہ ہے ۔حضور□ کے اعلان نبوت کے بعد

انھوں نے جان بوجھ کر آپ کی دعوت کو رد کیا حالانکہ کل تک وہ مشرکین عرب کو ان کی آمد کی خوشخبری کے ساتھ ساتھ ان کے کامل غلبے سے ڈراتے تھے۔کہ جب وہ مبعوث ہوں گے تب ہم آپ کو بتا دیں گے کہ ہم کون ہیں؟ اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ مذہبی اجارہ داری جو صدیوں سے یہودیوں کے ذریعے قائم تھی نیا پیغمبر اس کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوگا مگر جب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوا اور پیغمبر□ نے صاف صاف اعلان کیا کہ میں سارے انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں،سبھی انسان آدم کی اولاد ہے [13]،کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے[14]۔ یہ لوگ ان کے جانی دشمن بن گئے اور اس کی وجہ صاف تھی کہ ان کی مذہبی اجارہ داری کے ساتھ ساتھ ان کی چودھراہٹ بھی خطرے میں پڑ گئی۔ اور اسی پس منظر میں یہ قوم اب تک حضور □ کی توہین کر کے بظاہر نعوذ باللہ ان کی ذات اقدس سے بدلہ لیکر خوشی محسوس کرتی ہے حالانکہ یہ بدبختانہ عمل خود انہی کے لیے دنیاوی اور اُخروی نقصان کا موجب بنتا جارہا ہے ۔

یہودیوں کی پشت پناہی :

ان سطور تک پہنچتے پہنچتے ایک سوال آپ کےذہن میں پیداہوا ہوگا کہ آخر یہودیوں کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہےکہ وہ ایک مقدس ہستی کے متعلق بے بنیاد پروپیگنڈے کے ذریعے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں اور دنیا بھر کے ہر شر کے پیچھے ہردماغ عموماً آپ ہی آپ یہودیوں ہی کی جانب کیوں مڑتا ہے ؟تفصیل سے بچتے ہو ئے اگر ہم اختصار کے ساتھ بھی یہ بتانے کی کوشش کریں

[13]سنن ابی داؤد:جلد4،صفحہ 492
[14]مسند احمد بحوالہ الخلاصۃ فی شرح حدیث الولی:جلد1،صفحہ نمبر177

گے تو بھی بات ادھوری رہ جائے گی ۔اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں یہودیوں کی آباد قومی عمر کے اعتبار سے بہت کم ہے ۔یہ در حقیقت ایک سفید رنگت کی چمڑی والی ذہین قوم ہے جن کے ہاں ماضی قریب تک غیر یہودیوں کے لیے یہودیت قبول کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ یہ دنیا میں آباد دوسری قوموں کو اس لائق بھی نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر ان کا مذہب قبول کریں ،جس کا نتیجہ یہ نکلاکہ ان کی آبادی دن بہ دن کم ہوتی گئی اور اب انھوں نے حال ہی میں دوسری قوموں کے لیے چندبدترین ظالمانہ شرائط کے ساتھ یہودیت کے دروازے کھول دیئے ہیں مگر اس کےباوجود ان کی تعداد ایک کروڑتیس لاکھ سے زیادہ نہیں بڑ ھ سکی ہے[15]۔

دوسری جانب یہ لوگ خبط عظمت میں مبتلا ہیں کہ ہم اللہ کے چہیتے ہیں اور ہم ہی دنیا میں حکومت کے لیے منتخب کئے گئے ہیں۔آخرت میں بھی تمام تر آرام و آسائش انہی کے لیے ہے ۔اس زعم باطل کی اللہ تعالیٰ نے پول کھول کر رکھدی ہے قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اور لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے لیے نہیں اور خدا کے نزدیک تمہارے ہی لیے مخصوص ہے تو اگر سچے ہو تو موت کی آرزو کرو [16](اور دنیا جانتی ہے کہ یہودی موت سے ایسے ہی ڈرتے ہیں جیسے گیدڑ شیر سے)۔اس غلط اعتقاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودی پیغمبروں کی تعلیمات سے مکمل طور پر منحرف ہو گئے اور پھر سلسلہ یہیں جا کر نہیں رکا بلکہ یہ پیغمبروں ہی کے دشمن بن گئے اور ان برگزیدہ پاکباز و پا ک طینت ہستیوں کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ شہید کرنے لگے ۔خدائی نظام کو ترک کر کے خواہشات نفس کی پیروی کرنے

[15] http://www.jewfaq.org/populatn.htm

[16]سورة البقرة:94

لگے ،اور بلاآخر یہ لوگ اُمت موسوی ؑکے بلند مرتبے سے گر کر ایک گمراہ قوم بن کر رہ گئی۔ اس تنزل کے بعد ان میں تمام تر قومی امراض پیدا ہو گئے ۔جس کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ انھیں دوسری قوموں کے ساتھ سخت دشمنی ہو نی شروع ہو گئی اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر ان کے پاس آیا تو انھوں نہے اس کی تعلیمات کو جانے بغیر شدت کے ساتھ جھٹلایا اور تو اور انھوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کے ساتھ بدترین دشمنوں جیسا سلوک کیا اور فریب نفسی میں مبتلا ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے انھیں نعوذ باللہ سولی چڑھا دیا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نےعیسیٰ ابن مریم کو جو خدا کے پیغمبر تھے قتل کردیاحالانکہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو شبہ ہوااور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اورظن کی پیروی کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا [17]۔

حضرت عیسیٰ کے بعد محمدعربی تشریف لائے تو کل تک ان کے انتظار میں بے چین یہی لوگ ان کو پہچاننے کے باوجود[18] بھی نہ صرف یہ کہ ان کے جھٹلانے میں سب سے آگے رہے بلکہ ان کے جانی دشمن ہو گئے ۔اس کے کئی اسباب تھے ایک یہ کہ یہ لوگ اپنے آپ کوپیغمبرانہ مشن کےٹھیکدار سمجھ بیٹھے تھے اور ان کا خیال تھاکہ جب بھی کوئی پیغمبر دنیا میں مبعوث ہو گا تو لامحالہ یہودیوں میں سے ہو گا ۔حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے خود ہی فرماتا

---

[17] سورة النساء:157

[18] سورة البقرة:آیت نمبر146

ہے :: اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ :اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے [19]۔دوم جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خدا کےچہیتے سمجھ بیٹھے تھے،وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ[20]کہ اللہ تعالیٰ کے خاص عنایات کے مستحق صرف ہم ہیں اور جب بنی اسرائیل کے بجائے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا آخری تاج بنی اسماعیل کے سر پر رکھدیاتو ان کے اندر قومی تعصب کے جراثیم نے ہل چل پیدا کر کے نبی کے بدترین دشمنوں کی صف میں کھڑا کر دیا ۔سوم انھیں آخری پیغمبر کی فاتحانہ اور مقتدرانہ پیغمبری کا علم تو تھا مگر تعصب اور عداوت نے انھیں انتہائی گٹھیا مقام پر اتار دیا تھا لہٰذا حماقت کی آخری حد توڑتے ہو ئے ان کے دشمن بن کر خدائی امر میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جو بہرحال ناکام ہو نی تھی اورسو ناکام ہوگئی ۔چہارم یہ لوگ حضور کے دشمنوں کے حامی بن گئے اس لیے کہ انھیں اپنی ”خود ساختہ بہادری “کا علم تو تھا ہی مگر دوسروں کو ان کے خلاف بھڑکا کر یہ سمجھ بیٹھے تھےکہ ہم دوسروں کو بیوقوف بنا کر اپنا اُلو سیدھا کریں گے اور انھیں یہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔پنجم جنگ احزاب کے موقع پر ان کی دشمنی آخری حد تک پہنچ گئی تو آپ نے انھیں مدینہ طیبہ سے باہر نکال دیا ۔اب یہ لوگ آخری درجے کی دشمنی پر پہنچ گئے اور بلاآخر مسلمانوں کو خیبر کا محاصرہ کرنا پڑا جہاں سے ان کی سینکڑوں سالوں پر محیط ذلت ناک زندگی کا آغاز ہوگیااور یہ بات ان کے دلوں میں گھر کر گئی کہ ان کے سیاسی،عالمانہ اور حاکمانہ

---

[19]سورۃ الانعام:124
[20]سورۃ المائدہ:18

دبدبے کو خاک میں ملانے والے حضور نبی کریم ہیں ۔جن کو جھٹلانے کے لیے یہ لوگ کمر بستہ ہو چکے تھے ،یہیں سے ان کی حضور کی ذات اقدس سے دشمنی نسل در نسل منتقل ہوتی چلی گئی اور ان کو جہاں بھی کوئی موقع ہاتھ آیا وہاں انھوں نے پہلی فرصت میں ذات محمدی کو نشانہ بنانے کی ناکام کوشش کی گو ان کے ناقابل معافی جرائم کی اتنی ہی پرانی تاریخ ہے جتنی خود اسلام کی۔

امریکہ کی دلچسپی اور محرکات:

بعض لکھے پڑھے لوگ امریکی حکومت کو اس بدترین دہشت گردی سے الگ کرتے ہوئے یہ دعوے کرتے پھرتے ہیں کہ امریکہ توہین مذہب یا توہین رسالت میں ملوث نہیں ہے جیسا کہ امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے اپنے بیان میں ٹیری جونزکے توہین آمیز اقدامات کے بعد میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ امریکی حکومت کی پالیسی نہیں ہے، صرف ایک یا چند امریکی افراد کا ذاتی فعل ہے، جن کو ہم سزا دینے سے اس لیے معذور ہیں کہ امریکی آئین کے مطابق ہر شہری کو اظہار رائے کی مکمل آزادی حاصل ہے ۔مگر امریکی تاریخ اس بیان کی تغلیط کرتی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم امریکی نظام حکومت اور ان کے عالمی ایجنڈے کو جانیں اور سمجھ لیں ۔امریکہ سویت یونین کے خاتمے کے بعد دنیا میں ایک طاقت کے طور پر ابھرا اور اس زعم باطل میں مبتلا ہوگیا کہ اس کو کوئی پچھاڑ نہیں سکتا ہے اس فریب اور گھمنڈ کے ملے جلے جذبے نے اس سے اس قدر بے قابو کردیا کہ 11ستمبر کے ورلڈ ٹریڈ سینٹرحملے کے بعد اس نے ساری دنیا کو للکارا ۔

سچی بات یہ ہے کہ امریکہ صرف اور صرف نام کی حد تک ایک عیسائی ریاست ہے جب کہ یہودی اس کے در و بست پر ایسے

قابض ہیں کہ خود عیسائی بھی اب ان کے سامنے بے بس نظرآتے ہیں۔ جس کے کئی اسباب ہیں ان میں سب سے اہم سبب یہ ہے کہ یہودی عالمی میڈیا،فلم انڈسٹری اورمعیشت پر ورلڈ بینک جیسے یہودی اداروں کے ذریعے قابض ہو کر نہ صرف امریکہ بلکہ اکثر مغربی ممالک کی خارجہ اورعسکری پالیسی پر چھائے ہوئے ہیں اور باقی دنیا ان طاقتوں کے بلواسط یا بلاواسط غلام ہیں لہٰذا دنیا میں بھی وہی کچھ رائج ہے جو یہودی چاہتے ہیں ۔ورنہ مغرب بالعموم اور امریکہ بالخصوص یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہے کہ مسلمانوں سے اس کی دشمنی کی بنیاد عرب ممالک کے بیچوں بیچ ان کی پشت پناہی کے نتیجے میں جنم لینے والی حرامی اولاد اسرائیل ہے جو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ پچھلی چھ سات دہائیوں سے فلسطینیوں کے قتل عام اور نسل کشی میں بُری طرح ملوث ہے بلکہ اس کی ابلیسی سازشوں کے نتیجے میں ہی مسلمان ساری دنیا میں پریشان نظر آتے ہیں ۔

امریکہ کی وحشیانہ تاریخ:

امریکہ اُمت مسلمہ کا ہی نہیں بلکہ اپنے عزائم ،ارادوں اورتاریخ کے اعتبار سے ساری انسانیت کا بدترین دشمن ہے اورقرآن نے ایسے کھلے دشمن کو عدو مبین قرار دیا ہے،شیطان چونکہ سراپا شر ہے اور اس میں ذرہ برابر بھی خیر اور نیکی موجود نہیں ہے اسی لئے اس کو خدائے عزوجل نے انسانیت کا بدترین دشمن قرار دیا ہے۔ اس کے شر سے بچنے کے لیے انسانوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص سخت تاکید کی ہے ۔شیطان اور اس کی ذریت چاہئے وہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے اللہ کے خلاف بغاوت پر اُکساتی ہے اور ان کا مقصد حیات ہی انسانیت کی تباہی اور بربادی ہے اور یہ شریر مخلوق انسانوں پر جو بھی حملے کرتی ہے گھات لگا کر اور

چھپ کر کرتی ہے ۔اس کے برعکس اہل مغرب میں بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص یہ حیرت انگیز خصوصیت پائی جاتی ہے کہ وہ انسانوں اور علی الخصوص مسلمانوں پر اعلانیہ سینہ تان کر دن کے اجالے میں حملے کرتے ہیں ۔امریکہ نے ویت نام اور جاپان کے خلاف جس ننگی جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاکھوں بے قصور انسانوں کو قتل کردیا اور اس کے بعد اب گذشتہ ڈیڑھ دہائی سے اس نے کھلے عام مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا ہے کی ہزاروں مثالوں کو اگر گنایا جائے تو صفحات کے صفحات سیاہ ہوجائیں گےاور اس کے بعد یہ کہنے کی کوئی حاجت نہیں رہے گی کہ شیطان ہی کی طرح امریکہ اُمت مسلمہ کا ہی نہیں بلکہ انسانیت کا بہت بڑا دشمن ہے بقول علامہ اقبال؎ سہ

کہنہ دُز دے غارتے اُو بر ملاست

امریکی تاریخ کے سیاہ ترین ایام:

6 اور9،اگست 1945ءکی تاریخیں ”تاریخ انسانیت “کی سیاہ ترین ایام تصور کئے جاتے ہیں ان تاریخوں میں آج سے69 برس قبل امریکہ نے انتہائی وحشیانہ اورغیرانسانی اقدام کا ارتکاب کرتے ہوئے جاپان کے دوشہروں ہیروشیما اورناگاساکی پر پہلی بار ایٹم بم گرایا اورلمحوں میں لاکھوں افراد کو موت کی نیند سلادیا۔ یہ ایک ایسا غیرانسانی اوروحشیانہ اقدام تھا جوتاریخِ انسانیت کی پیشانی پر ہمیشہ بدنماداغ بن کر باقی رہے گا ۔ دوسری جنگ عظیم جو یکم ستمبر1939ءکوشروع ہوئی اور14 اگست 1945ءکو ختم ہوئی جب جاپان نے ہتھیار ڈال دئے تھے اگرچہ اس وقت جنگ پرنظررکھنےوالوں کا کہنا ہے کہ جاپان نے پہلے ہتھیار ڈال دئے تھے اورجنگ بندی کا اعلان کردیا تھا اس کے باوجود امریکہ نے اپنے ایٹم بم کا تجربہ کرنے کےلئے جاپان کے شہروں ہیروشیما اورناگاساکی کا انتخاب کیا ۔ امریکہ

نے پہلا ایٹم بم 6 اگست 1945ء کو صبح آٹھ بجکر پندرہ منٹ پر ہیروشیما پرگرایا ،اس وقت ہیروشیما کی کل آبادی دولاکھ اسیّ ہزار تھی جس میں ایک لاکھ افراد ایٹم بم میں جھلس کرکوئلہ ہوگئے تھے اوربقیہ زخمیوں نے آہستہ آہستہ دم توڑا۔اوریہی نہیں جو زندہ بچ گئے وہ مختلف امراض میں مبتلا ہوگئے ۔ اس کے تین دن بعد ہی 9اگست 1945ء کوامریکہ نے دوسرا ایٹم بم ناگاساکی شہر پرگرایا یہ بم صبح دس بجکر پچاس منٹ پرگرااور شہر کے آدھے شہری لمحوں میں ہلاک ہوگئے [21]۔
اس وقت کے امریکی صدر ہیری ٹرومین نے آگوسٹا بحری بیڑے کے عرشہ پرکھڑے ہو کراس بدترین غیرانسانی اقدام کے بارے میں کہا کہ آج کادن تاریخ کا یادگار دن ہے ۔ ٹرومین کے بعد جنرل وسلی کروز نے بم بنانے والے لوس آلاموس کو ایٹم بم کے کامیاب تجربے پر مبارکباد پیش کی ۔ جاپانی شہروں ہیروشیما اورناگاساکی پر ایٹم بم سے حملہ کرنے پرمبنی اس وقت کے امریکی صدر کے اقدام کی جہاں بہت سے لوگوں نے مخالفت اورمذمت کی وہیں ایسے بے ضمیر اورانسان دشمن لوگوں کی بھی تعداد کم نہیں تھی جنھوں نے اس وحشیانہ اقدام کی حمایت کی تھی ایٹم بم کے استعمال کے مخالفین کا کہنا تھاکہ اخلاقی اعتبار سے اس خطرناک ہتھیار کا استعمال کرنا قابل مذمت ہے۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ جاپان تو پہلے ہی ہتھیار ڈالنے کا اعلان کرچکا تھا اورتقریبا وہ ہتھیار ڈال چکا تھا اس لئے ایٹم بم کا استعمال غلط تھا ۔جبکہ ایٹمی حملے کے حامیوں کا کہنا تھا کہ امریکہ کے قریبی حریف سابق سویت یونین کوامریکہ کی طاقت دکھانا ضروری تھا ۔امریکہ کے اس انتہائی وحشیانہ اورسیاہ ترین اقدام کو آج چھ عشروں سے زیادہ کا عرصہ گذرچکا ہے جاپان کے عوام ہرسال اس دن کی تلخ یادوں کومناتے ہوئے ان حملوں میں مارے جانے والوں کوخراج عقیدت پیش

---

21 http://en.wikipedia.org/wiki/Atomic_bombings_of_Hiroshima_and_Nagasaki

کرتے ہیں البتہ آج دنیا کی بہت سی انسانی حقوق کی تنظیمیں اورمختلف اقوام امریکہ کے اس وحشیانہ اقدام کے خلاف آواز اٹھارہی ہیں ۔جاپانی عوام میں آج بھی امریکہ کے تئیں اتنی ہی نفرت پائی جاتی ہے جتنی 1945ء میں ان ایٹمی بمباریوں کے بعد تھی۔ صرف جاپان ہی نہیں آج ایشیاسے لے کر لاطینی امریکہ اورافریقہ غرض دنیا میں ہرجگہ امریکہ کے تئیں نفرتیں پھوٹ رہی ہیں ۔ امریکہ کے ان مجرمانہ اقدامات کی دنیا ایک ایسے وقت میں مذمت کررہی ہے جب آج بھی امریکہ کے ایٹمی ہتھیاروں کے گوداموں میں سب سے زیادہ ایٹمی ہتھیارموجودہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے بغل بچہ اسرائیل کوبھی روز بروزایٹمی ہتھیاروں سے لیس کررہا ہے ۔ دوسری طرف وہ دنیا کے آزاد وخودمختار ملکوں کوپرامن مقاصد کے حصول کے لئے ایٹمی ٹکنالوجی کے حصول کے اس کے مسلمہ حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کررہا ہے ۔

امریکہ انسانیت کا دشمن:

امریکہ کی تمام تر قوت دجالی ایجنڈےکے واضح
نقوش کی تکمیل کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔امریکہ کی تاریخ میں ایک بھی ایسا کام نظر نہیں آتا ہے جس سے انسانیت کا بھلا ہوتا ہوا نظر آجائے ۔اس کے وجود میں صرف دوسروں پر حکومت کرنے کی خواہش نظر آتی ہے۔امریکہ اگر چہ اب نام کی عیسائی ریاست رہ چکی ہے اور اس نے مذہب کو گرجا گھر میں قید کردیا ہے اور اس کے وجود پر یہودی غالب ہیں ۔عزائم اور ارادوں کے اعتبارسے یہ صرف اور صرف ایک خدا بیزار ملک دکھائی دیتا ہے اور یہودیوں کو بھی امریکہ کے ساتھ ساری دلچسپی صرف اسی وجہ سے ہے کہ ایک مذہب بیزار

ملک اور قوم کو بہت آسانی کے ساتھ دوسروں کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے ۔

غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ امریکہ کی پالیسی کسی ایک قوم یا ملت کے لیے نقصان دہ نہیں ہےبلکہ ہر قوم کو وہ اپناغلام بنائے رکھنے کے[65]درپے ہیں اور یہودی انھیں اس مقصد کے لیے بہت خوب استعمال کرتے ہیں ،امریکی طاقت غیر یہودیوں کی تباہی کے لیے استعمال ہو رہی ہے ۔ یہ بات خود امریکیوں پر واضح ہے کہ وہ بلا جواز یہودیوں کی خوشنودی کے لیے استعمال ہو رہے ہیں مگر یہ گرفت اتنی سخت اور شدید ہے کہ اب ان حضرات کے لیے اس سے باہر نکلنا ممکن نہیں ہے ۔گو امریکہ یہودیوں کی ایک غلام ریاست ہے پہلے فلسطین کے لیے اکیلا برطانیہ سامنے آیا مگر بعد میں صورتحال تبدیل ہو گئی برطانوی سر پرستی کے نتیجے میں سارا مغرب بشمول امریکہ اسرائیل کے غلام بن گئےاور اب صورتحال یہ ہے کہ امریکہ کے ہر فیصلے کے پیچھے اسرائیل کی خواہشات اور پالیسیوں کا عمل دخل رہتا ہے ۔جس کا بین ثبوت اسرائیل کے حق میں اس کی اپنے ویٹو پاور کے استعمال کی تاریخ ہے ۔ویت نام ،عراق اور افغانستان کو تاراج کرنے والا امریکہ فلسطین ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کا بدترین دشمن ہے۔

امریکہ عالم اسلام کا دوست یا دشمن :

امریکہ کی اسلام اور مسلم دشمنی کا حقیقی روپ عالم اسلام کو عراق اور افغانستان میں دیکھنے کو ملا ہے۔ جہاں اس نے لاکھوں مسلمانوں کو انتہائی بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ نہ صرف قتل کیا بلکہ اس نام نہاد سپر پاور اور انسانی حقوق کے چمپین نے عزت مآب خواتین کی عزتیں لوٹ کر انھیں بعد میں قتل کرڈالا ۔ برطانیہ

مسلم مفادات کے تحفظ کے لیے لڑی جانے والی پرانی جنگوں میں مسلمانوں کے ردعمل میں ان کادشمن بن گیا ،برطانیہ کے برعکس امریکہ نے روس کے خلاف افغان مجاہدین کی مدد کر کے بظاہر انکی ہمدردیاں بھی حاصل کی تھیں ۔مگر روس کے نکلتے ہی اس کے عالمی سطح پر یک و تنہاواحد سپر پاور کے66خواب نےاس سے مسلمانوں کا بد ترین دشمن بنا دیا ۔جہاں عراق میں غیر سرکاری اعدادو شمار کے مطابق سات لاکھ [22]مسلمان امریکہ کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں وہیں افغانستان میں مسلمانوں کے خون کی ہو لی کھیلنے کی جنگ ابھی تک جاری ہے جو شاید 2014 ءمیں امریکہ کے افغانستان سے نکل جانے کے بعد اختتام کو پہنچ جائے ۔

بعض لکھے پڑھے لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ امریکہ مسلمانوں کا دشمن نہیں ہے بلکہ وہ صرف اپنے ملک کے تحفظ کی پالیسی پر قائم ہے۔ یہ بات سراسر بے بنیاد اور حماقت پر مبنی ہے امریکہ کے دانشوروں کا بااثر طبقہ اس نام نہاد خود ساختہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے قبل ”تہذیبوں کے تصادم “کے پروپیگنڈا کے ذریعہ اپنی حکومتوں کو یہ باور کراتے رہے کہ عیسائیت کی اصل اور حقیقی دشمنی اسلام کے ساتھ ہے جو ایک ایسی تہذیب ہے۔ جو کسی طرح دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں تحلیل نہیں ہو پاتی ہے اور مسلمان اس معاملے میں انتہائی شدت پسند واقع ہو رہے ہیں ۔مغربی ممالک کے دانشوروں کے خیال میں مسلمانوں کا اپنے مذہب پر قائم رہنا اور دوسروں کے طور طریق نہ اپنانا انتہا پسندی ہے وہ اپنے

---

[22] مختلف بین الاقوامی تنظیموں اور میڈیا اداروں کی رپورٹس کے مطابق 2003ء سے 2012ء تک
امریکی مداخلت اور جنگ کے نتیجے میں مرنے والے عراقیوں کی تعدادکوئی654,965 تھی
اور یونیسف کے مطابق عراق میں 2012ء تک یتیموں کی تعدادآٹھ سے دس لاکھ تک پہنچ گئی تھی ۔

ممالک میں آباد غیر مسلم اقوام چاہئے وہ یہودی ہوں یا ہندؤ،بودھ ہوں یا جین اپنی شناخت مٹا کر کسی پس و پیش کے بغیر مغرب کی سیکولر اور لبرل تہذیب قبول کر کے انہی جیسے ہر میدان میں نظر آتے ہیں۔ مگر صرف ایک مسلمان ہے جو اپنی خُو نہیں بدلتا ہے ؟غور کرنے پر ان کی یہ غلط فہمی ختم ہو جاتی مگر67غور و فکر کے ان کے پیمانے بھی تعصب اور تشدد سے لبریز ہیں لہٰذا ان سےغیر جانبدارانہ غور و فکرکی بھی اُمید نہیں کی جانی چاہئے ،مغربی دانشور اگر اس صورتحال کا تجزیہ کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھتے کہ حضور □ کی تعلیمات و شریعت جو دنیا میں ایک نئی دعوت ،ایک نیا پیغام ،ایک نئی تہذیب ،ایک جداگانہ معاشرت ،ایک مثالی سیاسی اور عسکری اصولوں پر قائم کامل نظام ہے اور وہ ہر فرسودہ شئی کی جگہ ایک نئی اور تازہ روشنی کا داعی اور علمبردار ہے، تو صورتحال کافی مختلف ہوتی اور تصادم کے برعکس شاید برادرانہ افہام و تفہیم کی صورت نکل آتی۔ مگر مغرب نے جنگ کے واحد آپشن کو صرف اس لیے منتخب کیا کہ اس کے خدا بیزار نظام اور لبرل سسٹم کا علمبردار لیڈر تنہا امریکہ رہ گیا ہے۔جس نے طاقت کے بعد غرور و نخوت میں زمانہ قدیم کے نمرود و فرعون کو پیچھے چھوڑ کر یہ اعلان کردیا کہ میں عالم انسانیت کا تنہا حاکم اور مالک ہوں **(You're either with us or against us)**جو میرے ساتھ ہے وہ میرا ہے اور جو میرے ساتھ نہیں ہے اس کو دور جدید میں رہنے کے بجائے پتھروں کے دور میں رہنے کا حق ہے[23] ----

اسرائیل کےخوفناک عزائم:

---

[23] washington post 20 september 2001

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب عثمانی حکومت کو شکست ملی اور 1917ءکوہمیشہ کے لیےختم ہوگئی تو مغربی ممالک نے اپنے اپنے حصوں کوبانٹا تو فلسطین کی سرزمین برطانیہ کے حصے میں آئی اور وہیں سے برطانیہ نے فریب اور دھوکے کے ذریعے یہودیوں میں صاحب نفوذ آدمی[لارڈ]کو خط لکھا کہ برطانیہ چاہتا ہے کہ یہاں یہودی حکومت تشکیل دیدی جائے ۔یہی سے اسرائیلی حکومت کی ابتدأہوئی،1917ءسے لےکر 1945ءتک یہ کام آہستہ آہستہ شروع ہوا اور مختلف ممالک میں بسنے والے یہودیوں کو فلسطین آنے اور وہاں رہنے کی ترغیب دلائی گئی اور لاکھوں یہودیوں نے مختلف ممالک سے ہجرت کرکے فلسطین کا رخ کیا ۔یہ کام انہوں نے بہت چپکے سے اور غیر محسوس انداز میں کیا ،کیونکہ جنگ عظیم کے دوران عرب ممالک برطانیہ کے ساتھ تھے اس لیے وہ نہیں چاہتا تھا کہ عربوں کو اس بات کا علم ہوجائےلیکن بعد میں عربوں کو اس بات کا علم ہوگیا کہ برطانیہ کیا چال چل رہا ہے۔ اسی وقت عزالدین قسام فلسطینی[24] نے ایک لشکر تشکیل دیدیااور دوسری طرف یہودیوں نے بھی ایک لشکر تشکیل دیدیا اور جنگ شروع ہوگئی 1947ء میں اقوام متحدہ نے ایک بیان جاری کیا جو سراسرخیانت اور بد دیانتی پر مبنی بیان تھا کہ فلسطین کو دوحصوں فلسطین عربی اور فلسطین یہودی میں تقسیم کیا جائے۔یہاں پر آکر برطانیہ کا کام ختم ہوجاتا ہے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہودی حکومت تشکیل دیں اور یہ مسئلہ اقوام متحدہ تک پہنچائیں سو انہوں نے اپنی

---

[24]آپ18 نومبر1871ء میں شام میں پیدا ہوئے مصرمیں تعلیم حاصل کی،فرانسیسی سامراج سے جنگ کی آپ کو جلا وطن کردیا گیا تو آپ نے فلسطین میں پناہ لی وہاں انگریزوں اور یہودیوں سے جہاد کیاآپ کی زندگی کو جہاد بسیف کے رخ پر موڑنے کاسبب فرانسیسی جنرل ”غورو“کے وہ الفاظ بنے جو اس نے شام پر قبضے کے وقت سید سلطان صلاح الدین ایوبی کی قبر پر کھڑے ہو کر انتہائی متکبرانہ انداز میں کچھ اس طرح کہے تھے :اے صلاح الدین قبر سے باہر نکل کر دیکھ آج صلیبی جنگوں کا سلسلہ ختم ہو گیا،1925ء میں آپ نے الجہادیہ نام کی تنظیم کی بنیاد ڈالی20 نومبر 1935ء میں انگریز فوج کے ساتھ لڑتے ہو ئے شہید ہو ئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شیطانی چال چلائی جس میں وہ کامیاب ہوگیا اور برطانیہ نے 1948ءمیں اپنی فوج کے آخری دستے کو حیفاء بندرگاہ کےراستے واپس بلالیا۔ یہودیوں نے بن گورین[25] کی رہبری میں ایک اعلامیہ نکالا جس میں انہوں نے ایک مستقل یہودی حکومت کا اعلان کیا۔ ٹھیک اسی دن جب یہ اعلان ہوا صرف گیارہ منٹ بعد امریکہ نے اس حکومت کو قبول کیا اور اعلان کیا کہ یہودی حکومت ایک مستقل حکومت ہے اس طرح اسرائیلی حکومت پہلی مرتبہ وجود میں آئی ۔

دوسری طرف عربی ممالک کا رد عمل تھا جواگرچہ پہلے پہلے بڑے جوش وخروش کے ساتھ سامنے آئے تھے جیسے مصر،اردن ،شام ،لبنان اور عراق وغیرہ انہوں نے اسرائیل پر حملہ کردیا، اورجولائی 1949ءتک یہ جنگ جاری رہی یعنی ایک سال تک۔ اس جنگ کے آخرمیں اسرائیلی حکومت کے بعض علاقوں کو چھین لیا گیا مصر نے غزہ کی پٹی پر قبضہ کرلیا اور اردن نے یروشلم کے بعض حصے پر قبضہ کرلیا اور اسی سال اعلان کیا گیا کہ فلسطینی جو فلسطین سے یہودیوں کی طرف سےملک بدرکیے گئے تھے واپس آجائیں۔لیکن بعد میں اچانک فرانس ،برطانیہ اور اسرائیل نے حملہ کردیا اور غزہ کی پٹی کو دوبارہ اسرائیل میں داخل کر لیا، جس طرح عرب ممالک غیرت کے ساتھ آئے تھے اگر اسی طرح ڈٹے رہتے تو آج فلسطین کی حالت اتنی خراب نہ ہوتی جتنی آج کل نظر آتی ہے، 1959ءمیں یاسرعرفات[26] نے ایک تحریک شروع کی تاکہ اسرائیل سے فلسطینی سرزمین کو

---

[25] ڈیوڈ بن گوریوین اسرائیل کا پہلا وزیر اعظم تھا

[26] محمد یاسر عبد الرحمن عبد الرؤوف عرفات کنیت ابو عمارہ 24 اگست 1929ء کو قاہرہ میں پیدا ہومگر ان کا خود کا کہنا تھا کہ وہ یروشلم میں پیدا ہو ئے ہیں ،انھوں نے قاہرہ میں ہی انجینئرنگ کی تھی،وہ فلسطینی حریت پسند گروپ پی،ایل،او کے سربراہ تھے،انھوں نے اسرائیل کو بحیثیت ملک ماننے سے تو انکار کردیا مگر 1988ء میں ان کے نظریئےمیں اچانک تبدیلی آئی اور انھوں نے اسرائیل کو قبول کرلیا جس کے نتیجے میں وہ اسلام پسندوں کی نگاہ میں مشکوک ہو گئے اسرائیل کو قبول کرنے کے نتیجے میں انھیں چند شرائط کے ساتھ حکومت بنانے کا موقعہ دیا گیا

واپس لیا جائے یہ سرد جنگ اورتحریک جاری رہی یہاں تک کہ 1967ءمیں ناصر جو فلسطینی تحریک کا صدرتھا اس نے قیران بندرگاہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا کیونکہ اسرائیل کے لیے مدد اور ایران کے شاہ کی طرف تیل اسی بندرگاہ کے ذریعے اسرائیل کو ملتا تھا ۔اس نے اس بندرگاہ کو بند کردیا تاکہ اسرائیل کو مدد نہ مل سکےجس کے نتیجے میں اسرائیل نے ایک بہت بڑی جنگ مصر کے خلاف شروع کردی تھی ، اس جنگ میں 416مصری جنگی جہازوں کو تباہ کردیا گیا۔ مغربی ممالک کی پشت پناہی کی وجہ سے اسرائیل نے صحراءِ سینا ،غزہ کی پٹی اور اسی طرح یروشلم پر قبضہ کرلیا جس کے نتیجے میں اسرائیل پہلے کی نسبت بہت بڑا ملک بن گیا اور بیت المقدس کا شرقی حصہ بھی اسرائیل کے قبضے میں چلاگیا۔ مسجدالاقصیٰ جو مسلمانوں کی تیسری بڑی اورمقدس مسجد ہے وہ بھی انہی کے قبضے میں آگئی اور یہاں آکر یہودیوں نے اعلان کیا کہ اس مسجد اقصیٰ کے نیچےحضرت سلیمان کا معبد ہے لہذا مسجد اقصیٰ کو شہید کردیاجائے گا۔لیکن بعد میں برطانیہ کی مداخلت کی وجہ سے یہ بد بختانہ کاروائی روک دی گئی۔ اس وقت عربوں میں مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور وہ اس کوشش میں لگ گئے کہ کسی طرح اسرائیل کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں، اسی لیے مصر کے صدرسادات نے پہلی مرتبہ اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کرلیا اور اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کردئیے۔ جس کی وجہ سے عربوں کا وہ جوش وخروش

اور وہ پہلے فلسطینی صدر بن گئے اور پھر انھیں نوبل انعام سے بھی نوازا گیا جو عموماً مغربی مفادات کا خیال رکھنے والوں کو ہی دیا جاتا ہے 40 سال تک جلا وطنی کی زندگی گذاری 1994 میں وہ واپس فلسطین گئے۔ انہوں نے اسرائیل کے ساتھ ایک امن سمجھوتہ کیاجس کے تحت فلسطین نیشنل اتھارٹی قائم ہوئی۔ بعد میں یاسر عرفات نے دو سال رملہ میں محصور کی زندگی گزاری لیکن باوجود اسرائیلی حملوں کے اسے چھوڑنے پر کبھی تیار نہ ہوئے،پیرس کے ایک[بقیہ صفحہ 57پر]
ہسپتال میں 11نومبر 2004ءکوانتقال ہوا۔بعض لوگوں کے مطابق انھیں زہر دیا گیا جو بعد کی تحقیقات سے سچ ثابت ہوا۔ غزہ میں اپنے کمپاؤنڈ کے قریب دفن ہوئے۔ جنازہ مصر میں پڑھایا گیا جس میں دنیا کے بہت سے سربراہان مملکت نے شرکت کی۔

بھی نہ رہا اور خود فلسطین کی آزادی کے لیے بننے والی تحریکیں بھی دم توڑتی نظر آرہی تھیں ۔ اسرائیل کا رعب سارے عرب ممالک پر بیٹھ گیا تھا، اسی اثنا ء میں ایران میں بادشاہت کے خلاف آیۃ اللہ خمینی صاحب[27] کی قیادت میں عوامی انقلاب کامیابی سے ہمکنار ہو گیاجس سے متاثرہوکر عربوں میں بھی نیا جوش و جذبہ پیدا ہوگیا۔حزب اللہ[28]

---

[27] آپ 24 ستمبر 1902ءکو"خمین "میں جو تہران سے تین سو کلو میٹر دور ہے پیدا ہوئے ۔ایران اور عراق کے اعلیٰ مذہبی اداروں میں تعلیم حاصل کی،1953ء میں رضا شاہ کے حامی جرنیلوں نے قوم پرست وزیراعظم محمد مصدق کی حکومت کا تختہ الٹ کرتودہ پارٹی کے ہزاروں ارکان کو تہ تیغ کر ڈالاتو ایرانی علما نے درپردہ شاہ ایران کے خلاف مہم جاری رکھی، اور چند سال بعد آیت اللہ خمینی ایرانی سیاست کے افق پر ایک اہم رہنما کی حیثیت سے ابھرے،آپ کو انقلاب کی پاداش میں پہلے گرفتار کر کے جیل بھیجا گیا اور اس کے بعد جلاوطن کیا گیا ،آخر کار انقلا ب کامیاب ہوا، 17 جنوری 1979ء کو شاہ ایران ملک سے بھاگ نکلا۔ خمینی صاحب جب یکم فروری 1979 کو سولہ سالہ جلا وطنی کے بعد وطن واپس لوٹے تو تہران کے مہر آباد ہوائی اڈے سے بہشت زہرا کے قبرستان تک لاکھوں ایرانیوں نے ان کا استقبال کیااس انقلاب کی کامیابی نے ساری دنیا کی مظلوم عوامی تحریکات میں نئی جان ڈال دی۔آپ کا انتقال 3 جون، 1989ء کو ہوا۔

[28] لبنان میں حزب اللہ شیعہ مسلمانوں کی ایک انتہائی طاقتور سیاسی اور فوجی تنظیم خیال کی جاتی ہے۔ ایران کی پشت پناہی سے انیس سو اسی میں تشکیل پانے والی اس جماعت نے لبنان سے اسرائیلی فوجی دستوں کے انخلاء کے لیئے جدوجہد کی۔تنظیم کو مئی دوہزار میں اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس عمل کے پس منظر میں جماعت کی عسکری شاخ اسلامی مزاحمت یا اسلامک ریزسسٹینس کا ہاتھ تھا ۔لبنان پر اسرائیلی قبضے کے بعد علماء کے ایک چھوٹے سے گروہ سے ابھرنے والی اس تنظیم کے اوائلی مقاصد میں اسرائیل کے خلاف مزاحمت اور لبنان سے غیر ملکی فوجوں کا انخلاء تھا۔اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لبنان کی کثیر المذہبی ریاست کی جگہ ایرانی طرز کی ریاست بنائی جائے مگر بعد میں اسے یہ خیال ترک کرنا پڑا۔تنظیم کے رہنماؤں کی تقریروں میں واضح طور پر اسرائیل کی تباہی کی بات کی جاتی ہے۔ حزب اللہ کا کہنا ہے کہ فلسطین مسلمانوں کی سرزمین ہے اور اسرائیل کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔1983 ءمیں بیروت میں حزب اللہ کے کارکنوں کے ایک خودکش بم حملے میں 241 امریکی میرین ہلاک ہوگئے تھے۔جون 2006 میں اسرائیل کے دو فوجیوں کے اغوا کے بعد اسرائیل نے لبنان پر حملہ کر دیا۔ تیس دن سے زیادہ عرصے پر محیط جارحیت میں پورا لبنان راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ اور ہزاروں لوگ شہید ہوئے جبکہ بہت سے بے گھر۔ اس وقت صرف حزب اللہ جیسی چھوٹی جماعت نے اسرائیل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تیس دن سے زیادہ جاری رہنے والی لڑائی میں ایک طرح سے مشرق وسطی کی سب سے بڑی فوجی طاقت کو حزب اللہ کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ 14 اگست 2006 کی صبح کو جنگ بندی کا [بقیہ صفحہ 59پر] اعلان ہواجب سے بہار عرب کی لہر نے شامی علوی حکمرانوں کو لپیٹ میں لیااوروہانسنیوں کا قتلِ عام شروع ہوا اور حزب اللہ نے کھل کر بشارالاسد کی حمایت کی اس کے نتیجے میں شیعوں اور سنیوں کے بیچ زبردست خلیج پیدا ہوئی اور دونوں کے درمیان شکوک شبہات اور غلط فہمیوں نے جنم لیا جس کی لپیٹ میں اب حزب اللہ بھی آچکی ہے۔

کے بعد حماس[29] بھی وجود میں آگئی۔ اسرائیل نے حزب اللہ کو ختم کرنے کےلیے لبنان پر حملہ کردیا جس کی فاش شکست کے بعد اسرائیل کا بنا بنایا غرورخاک میں مل گیا اور جوعسکری طاقت ہونے کی وجہ سے اس نے تمام عربوں کو دبا دیا تھااور پوری دنیا میں جس کا خوف تھا چند مٹھی بھر حزب اللہ کے جوانوں سے شکست کھانے کے بعد اس کی حقیقت بھی سامنے آگئی۔ اسرائیل کو ناقابل برداشت نقصان اٹھانا پڑا اسی لیے جنگ کے بعد خود اسرائیل کے داخلی حالات بھی خراب ہوگئے اور اس کے ساتھ ساتھ حماس نے اپنی جہادی کاروائیوں کے

[29] حرکۃ المقاومتہ الاسلامیہ یعنی حماس فلسطین کی سب سے بڑی اسلامی مزاحمتی تحریک ہے۔ اس کی بنیاد غزہ اور غرب اردن میں اسرائیلی قبضے کے خلاف 1987ء میں شیخ احمد یاسین نے رکھی۔گروہ کا سب سے اہم مقصد اسرائیلی فوج کو فلسطین کی سرزمین سے باہر کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ اسرائیلی فوج اور یہودی آبادکاروں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔اس کے طویل المدتی مقاصد میں فلسطین کا ایک اسلامی ریاست کے طور پر قیام ہے۔دسمبر 2002ء میں غزہ شہر میں حماس کے قیام کی پندریویں سالگرہ کے موقع پر ہونی والی ایک ریلی میں چالیس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی تھی۔اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم کے مرحوم رہنما شیخ احمد یاسین شہید نے 2025 ءتک اسرائیل کے صفحہ ہستی سے مٹ جانے کی پیشن گوئی کی تھی۔دو ہزار چار میں احمد یاسین اور ان کے بعد ان کے جانشین عبدالعزیز رنتسی شہید کی شہادت کے بعد ہزاروں افراد ان کے قتل پر احتجاج کرنے کے لیے سڑکوں پر نکل آئے تھے۔حماس انتظامی طور پر دو بنیادی الگ الگ میدانوں میں سرگرم ہے۔پہلامعاشرتی امور جیسے کہ سکولوں، ہسپتالوں اور مذہبی اداروں کی تعمیر اوردوسرا عسکری امور کو دیکھتا ہے،عسکری کاروائیاں زیادہ تر فلسطین کی زیر زمین القسام بریگیڈ سر انجام دیتی ہے۔اس خطے میں امریکی پشت پناہی سے قیام امن کی کوششوں کے سلسلے میں ہونے والے اوسلو معاہدے کی مخالفت میں حماس پیش پیش تھی۔اس معاہدے میں فلسطین کی جانب سے اسرائیلی ریاست کے تحفظ کی یقین دہانی کے بعد اسرائیل کا مقبوضہ علاقوں سے جزوی اور مرحلہ وار انخلاء شامل تھا۔1995ء میں حماس نے اپنے ایک بم بنانے والے کارکن یحیٰ عیش کے اسرائیل کے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد فروری اور مارچ 1996ءکے دوران بسوں کو خودکش حملوں کا نشانہ بنایا۔ان خودکش حملوں کے بعد اسرائیل نے امن کے منصوبے پر عمل درآمد روک دیا اور اس کے بعد اسرائیل کےقدامت پسند رہنما بنیامین نیتن یاہو نے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ وہ اوسلو معاہدے کے مخالفوں میں سے ایک ہے۔حماس نے مہاجرین کے کیمپوں اور گاؤں میں شفاخانے (کلینک) اور سکول قائم کیے جہاں فلسطینیوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ اس وقت فلسطینی پی این اے کی بدعنوان اور نااہل حکومت سے مایوس ہو چکے تھے اور ان کی اکثریت نے حماس کے خودکش حملوں پر خوشی کا اظہار کیا اور ان خودکش حملوں کو اسرائیل سے انتقام لینے کا سب سے بہتر راستہ جانا۔سال گذشتہ رمضان المبارک 1435ھ بمطابق 2014ء میں حماس ایک باحوصلہ تحریک بن کر ابھری جس نے اسرائیلی وحشیانہ حملوں کا بھر پور مقابلہ کرتے ہو ئے اسرائیل کی تمام تر قوت اور ٹیکنالوجی کے باوجود غزہ پر قبضے کا خواب چکنا چور کردیا۔

ذریعے اسرائیل کا غرور خاک میں ملا کر پورے عالم عرب کا سر فخر سے بلند کر دیا جبکہ معاشی حیثیت سے طاقت ور عرب ممالک کی فوجوں نے مسلم اُمہ کو ساری دنیا کے سامنے شر منده کر دیا تھا۔ان واقعات نے اس سچائی کو حقیقت کا روپ عطا کیا کہ ایمانی قوت کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی ہے چاہئے وہ امریکہ ہو یا اسرائیل!

یہود کی ذلت و خواری کے اسباب :

امریکی سوچ اور فکر کے اس پس منظر میں ہمارے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسرائیل جو عالم انسانیت کے لیے ایک مہلک ریاست وجود میں آچکی ہے اور جس کے وجود میں آنے اور دجال اکبر کے حامی ہونے کی صریح پیشن گوئیاں [30]احادیث میں موجود ہیں، کا اس صورتحال میں اسرائیل کے دہشت گردانہ کاروائیوں سے قبل ہمیں یہودیوں کی تاریخ میں جھانکنا ہوگا ۔

یہودی حضرت یعقوب کے چوتھے بیٹے یہوداہ سے منسوب ہیں ، حضرت ابراہیم اور ان کے بعد دوسرے تمام انبیاء کا دین بھی اسلام ہی تھا ۔نافرمانیوں کے نتیجے میں انھیں انتہائی ذلت ناک اور رسوا کن صورتحال کا سامنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی جانب متوجہ ہو گئی اور حضرت موسیٰ کو ان کی جانب مبعوث کیا گیا جنہوں نے انھیں فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلائی اور ایک نئی آزاد قوم اور اُمت کی صورت عطا کر کے مصر میں آباد کردیا۔ مگر ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ ان کی فطرت نے انھیں نافرمانی کی جانب پھر دھکیل دیا اور وہ علی الاعلان نافرمان بن گئے ۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان

---

[30] حضرت انس رسول کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اصفہان کے ستربزار(70000) یہودی دجال کی اطاعت اختیار کریں گے جن کے سروں پر طلیسائیں ہوں گی۔(صحیح مسلم ،بحوالہ مشکوٰۃ)

کے حق میں ذلت و خواری کا سخت فیصلہ فرما دیا۔ اس قوم کو یہ سزائیں عدل و انصاف کی بنیاد پر مل رہی تھیں اس لیے کہ یہ ایسی ظالم قوم ہے جس نے علی الاعلان اللہ کے صحیفوں میں تحریف کی اور اس کے پیغمبروں کو قتل کردیا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَٰقَهُمْ لَعَنَّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَٰسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ ۙ وَنَسُوا۟ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱصْفَحْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ۔

تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کی خطائیں معاف کردو اور (ان سے) درگزر کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے[31]۔

من ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَٱسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيّاً بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْناً فِي ٱلدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَٱسْمَعْ وَٱنْظُرْنَا لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِن لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُونَ إِلاَّ قَلِيلاً **جن لوگوں نے یہودیت کا طریقہ اختیار کیا ہے ان میں کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور دین حق کے خلاف نیش زنی کے لیے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کرکہتے** ہیں سمعنا و عصینا، اسمع غیر مسمع اور راعنا **حالانکہ اگر وہ کہتے** سمعنا واطعنا **اور اسمع اور انصرناتو یہ انہی کے لیے بہتر تھااور زیادہ راست بازی کا طریقہ**

---

[31] **سورة المائده :13**

تھامگر ان پر ان کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں [32] ۔

نبی کریم□کو شہید کرنےکی یہودی سازش:

انھیں ان کے بدترین جرائم پر توبہ کے برعکس قائم رہنے اور اصرار کرنے پر جوسزا دی گئی وہ یہ تھی کہ ان سے ”منصبِ امامتِ عالم“چھین لیا گیا اور اس سے بنی اسماعیل کوسرفراز کیا گیا یہاں سے ان کے تعصب ،بغض اورعداوت میں اور زیادہ شدت کے ساتھ اضافہ ہو گیا اور یہ بغض و عداوت حضور اکرم □ کی بعثت کے موقعہ پر اپنی آخری حد اور انتہا کو پہنچ گیا یہاں تک کہ مدینے میں یہ لوگ حضور□ اور ان کے اصحاب کے خلاف سازشوں میں ایک حریف قوت کے طور پر شامل ہو گئے ، حضور □ نے انھیں مدینہ منورہ سے باہر نکال دیا حالانکہ حضور□ نے آخری درجے کی گستاخیاں صرف اس لیے برداشت کیں کہ شاید آج نہیں تو کل یہ قوم اسلام کے نظام رحمت پر غور کرکے اپنی حرکتوں سے باز آکر اس کی آغوش میں پناہ لینے پر آمادہ ہو جائیں گے مگر یہ نہ کل بدلے تھے نہ انھیں بدلنا تھا بلکہ یہ محسن انسانیت □ کے خلاف منظم اورمربوط سازشوں میں ہمیشہ مصروف رہے، ان کی آخری ناقابل برداشت گستاخی زینب بنت الحرث نامی مشہور یہودی خاتون کی اس دعوت کے موقعہ پر سامنے آئی جب اس نے حضور□ کو اپنے گھر مدعو کیا اور آپ□ نے اس سے قبول کیا۔مگر زینب بنت الحرث نامی یہودی عورت نے دنبے کے گوشت بالخصوص دست جس کا گوشت آپ کو پسند تھا میں زہر ملا کر دعوت میں پیش کیا آپ□ نے منہ میں ڈالا تھا کہ فرمایا یہ ہڈی مجھے کہتی ہے کہ مجھ میں زہرملادیا گیا ہے ۔چنانچہ آپ نے اس

---

[32] سورۃ النساء:46

سے اگل دیا حضرت بشربن البراآپ کے ساتھ تھے انھوں نے ایک نوالہ نگل لیا تھااور شہید ہو گئے[33] ۔

یہ لوگ جب تک مدینہ منورہ میں رہے ان کی فتنہ پردازیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اور اب انھیں مزید برداشت کرنا پوری مملکت کے لیے خطرہ تھا لہٰذا مملکت[76]اسلامیہ کے تحفظ کے لیے ان کے اخراج کا مناسب قدم اُٹھا یا گیا ۔اس کے بعد یہ لوگ غصے میں پھٹے جا رہے تھے ،اور مدینہ سے نکل کر یہ لوگ خیبر میں بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے ۔حضرت عمرفاروق کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کےبیچ شدید اختلافات اور پھر ان دونوں کو خفیہ طور پر قتل کرنے کی سازش میں بھی بعض محققین کے نزدیک اسی گندھی قوم کی سازشیں کار فرماتھیں ۔پھر" ملعون ابن سبا[34]"کے فتنے تو تاریخ میں درج ہیں کہ کس طرح اس نے اسلام کے چہرے کو ہی بگاڑنے کی کوشش کی ہے ۔

مسلم حکمرانوں کی غلطی : مسلمان حکمرانوں سے ایک غلطی یہ سرزد ہوئی کہ انھوں نے انھیں اپنی مملکتوں میں آزاد شہریوں جیسی سہولیات کے ساتھ رہنے دیا جس کی کم سے کم یہ فریبی قوم مستحق نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے سارے عالم اسلام میں اپنے پنجے گاڑھ لیے یہاں تک کہ اندلس(اسپین)میں ان کا اثر رسوخ قائم ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ یورپ میں بھی ان کا پھیلاؤ شروع ہو گیا ۔یہودی جہاں بھی رہے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ رہے اور پیسے کی

---

[33]سنن البيهقي الكبرى:جلد:7،صفحہ نمبر:46،حدیث نمبر:15789، مستدرك الحاكم:ذکر مناقب بشر بن البراء،حدیث نمبر:4966،معجم الكبير لطبرانی:حدیث نمبر:1185،سنن ابی داؤد:حدیث نمبر،جلد:4 ،صفحہ نمبر:296،حدیث نمبر:4514

[34]بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبا نامی فتنہ پرور یہودی نے اسلام ظاہری طور پر اسلام ہی کو نقصان پہنچانے کے لئے قبول کیا تھا۔

بڑھتی ہوئی ریل پیل کے نتیجے میں حکمرانوں کے ایوانوں میں بااثر بن گئے ۔اور ان کا دور دراز ممالک میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ربط و ضبط برقرار رہا یہاں تک کہ برطانیہ نے وفاداری کے عوض میں انھیں فلسطین دیدیا ۔ انھوں نے مسلمانوں کو ان کی فیاضی کے نتیجے میں ایسے ناقابل تصور زخم دیے کہ تصور سے ہی کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے ۔نورالدین زنگیؒ کے دور میں ان کے ”سیاسی پاٹنر عیسائی حکمرانوں “ نے حضور اکرم کو روضہ اطہر سے نکالنے کی کوشش کی جس کی اطلاع حضور نے خواب میں انھیں (حضرت نورالدین زنگی کو)دی تھی۔ تب سے لیکر آج تک ان کی گستاخیوں کا یہ سلسلہ دراز تر ہوتا چلا گیا اور آگے بھی اس قوم سے یہ اُمید نہیں کی جا سکتی ہے کہ یہ لوگ ان سیاہ کارناموں سے باز آجائیں گے۔

عیسائیت یہودکے ہاتھوں پاش پاش:

بہت ہی کم لوگ جانتے ہوں گے کہ عیسائیت کو ان کے پیر کاروں زندگیوں سے نکال کر گرجا گھروں میں مقید کرنے میں یہودیوں کا رول نہ صرف خوفناک ہے بلکہ عبرتناک بھی ۔یہودیوں نے مستشرقین کے بھیس میں یا براہ راست اسلام قبول کرکے مختلف مسلمان ممالک میں سکونت اختیار کی اور اس میں نمایاں رول ان کی ان تربیت یافتہ خوبصورت نوجوان لڑکیوں نے ادا کیا جو مسلم حکمرانوں کے حرموں میں پہنچ کر سیاہ و سفید کی مالک بن بیٹھیں ۔یہودیوں نے سب سے پہلے عیسائیت کو نشانہ بنایا اس کے لیے انھوں نے ایک فارمولہ یہ دریافت کیا کہ عیسائیت قبول کرنے کا ڈھونگ رچا کر اس کے مکمل خاتمے کی یہ ترکیب نکالی کہ عیسائی دنیا کی قوت کے سر چشموں کو تقسیم کردیا جائے میری مراد ہے بادشاہت جہاں ایک فرد کے ہاتھ میں سارے اختیارات تھے یہودی دانشوروں نے

عیسائیوں کے روپ میں جمہوریت کا نعرہ بلند کیا اس لیے کہ طاقت تقسیم ہو جانے کے بعد جب ”قوتِ واحد ۃ“سینکڑوں اور ہزاروں افراد میں تقسیم ہو گی تو کون یہودیوں سے باز پرسش کرنے کی کوشش کرے گا ۔ساری مغربی دنیا کو جرمنی کے معروف فلسفی ”تھیوڈور ہرزل“جو صہیونیت کے بانیوں میں سے تھا ،فرانسیسی ادیب والٹیئراورجرمن فلاسفر نیٹشے نے سیکولر جمہوریت کے سامنے جھکا دیا اور یہ آہستہ آہستہ عوام کا مطالبہ بن گیا۔ اس طرح سارا مغرب صرف چند برسوں میں یہودی مکار اور عیاروں کے سامنے نہ صرف جھک گیا بلکہ انھوں نے مذہب کو گرجا گھر وں اور زیادہ سے زیادہ گھر کی چار دیواری تک محدود کر دیا اس طرح یورپی باشندوں کی زندگیوں سے مذہب نکل کر گرجاگروں میں قید ہو کر رہ گیا۔اس کے بعد عیسائیت بحیثیت مذہب صرف کرسمس کےدن تک محدود رہ گیا ۔ مغربی دنیا نے انتہائی تیزی کے ساتھ مذہب بیزاری کا سفر شروع کر کے اس کو اس مقام تک پہنچا کر رکھدیا ہے کہ عیسائیت سب کچھ تو ہے کم سے کم کوئی مذہب نہیں ۔عیسائیوں کی ساری نئی پود اب دہریت اور خدا بیزاری کی روش پر قائم ہے ۔اب ان کے نزدیک نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی سب کچھ قرار پا چکا ہے اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ مغربی دنیا کے آج کے انسان نے شرم و حیا کی چادر کو اس سطح تک تار تار کردیا ہے کہ اب اس میں اور حیوانوں میں کوئی عملی فرق نظر نہیں آتا ہے ۔

یہودیت اور کمیونزم کا آپسی تعلق:

یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ یہودیوں نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو عددی اعتبار سے کم ہونے کی وجہ سے شکست سے دوچار کرنے کا خیال دل سے نکال کر ان میں پہلے مرحلے پر مذہب بیزاری کے جراثیم پھیلانے کے لیے نت نئے

نظریوں کی تشکیل کی اور سب سے پہلے عیسائیت کو نشانہ بنا کر گرجا گھروں میں ا سے محدود کر کے رکھ دیااس کے لیے پہلے سیکولر جمہوریت (Secular Democracy) ایجاد کی اور اسے سارے مغربی دنیا میں رائج کرا کے دم لیا ۔اس کے بعد ایک قابل نفرت نظریہ ”کمیونزم“کی اشاعت شروع کردی مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح دنیا میں آباد انسانوں کا مذہب سے رشتہ کاٹا جائے ،چاہیے وہ عیسائی ہوں یا ہندویا مسلمان ؟؟کیا یہ محض اتفاق ہے کہ کمیونزم کے خالق اور اس کے دست راست لینن اور ٹارٹسکی یہودی تھے۔روس میں کمیونزم کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے والا جوزف اسٹالن یہودی ماں کی گود میں پلا بڑا تھا ۔ کارل مارکس جرمن کے یہودی خاندان میں پیدا ہوا ، پھر یونیورسٹی تعلیم کے بعد ”کمیونسٹ مینی فیسٹو“اور ”داس کیپٹل“لکھی جس کی وجہ سے اسےملک بدر کردیا گیا ۔1917 ءمیں جب روس میں ”زار“کے خلاف بغاوت کالاوا پھوٹ پڑا تو یہودی اس کے مشعل بردار تھے،انھوں نے زار کو ختم کیا ،روسی چرچ کو فنا کیا اور کمیونزم کی آڑ میں اقتدار اپنے ہاتھوں میں لیکراس” لادینی اور کفر“ کو رائج کیا جس کے شعلے رفتہ رفتہ تمام مذاہب عالم کو آنچ دکھانے لگے۔پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کا مقصد عالم انسانیت کو مذاہب سے برگشتہ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا اس کے اثرات نہ صرف عیسائی ممالک پر پڑے بلکہ مسلم ممالک بھی اس کی زد میں آکر ایک خوفناک نظریاتی جنگ میں دہائیوں تک مصروف ہو گئےاور آج بھی بہت سارے لوگ مسلمان ناموں کے ساتھ کمیونسٹ بھی کہلاتے ہیں حالانکہ یہ بدترین فکری اور اعتقادی ارتداد ہے اور یہ غلیظ تحفہ دنیا کو دینے والے یہودی تھے ۔جن کا مقصد لوگوں کو روحانی اقدار سے ہٹا کر مادی اور حیوانی خواہشات کا پیرو بنانا تھا ۔حقیقت کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو کمیونسٹ حضرات(جو در حقیقت یہودی تھے) اپنے اس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے اس لیے کہ

جہاں مشرق میں ایک نظریاتی بھونچال آیا وہی مغرب کے عیسائی نے اس کے اثرات کو پورے طور پر قبو ل کرتے ہو ئے اس کے سامنے ہتھیار ڈا لدیئے اور آج کا یورپ ”کمیونسٹ “نہ صحیح ”مذہب بیزار “ضرور ہے ۔

اب صرف اسلام باقی ہے :80

یہودیوں نے دوسرے مذاہب کو تباہ کرنے کے لیے جتنے بھی کھیل کھیلے ان میں کمیونزم کی اشاعت و تبلیغ بھی ایک منحوس کھیل تھا۔ عیسائیت کو چرچ تک محدود کرنے میں یہودیوں کو بڑی حد تک کامیابی ملی ۔ مگر اسلام ان کے ناپاک مقاصد کے سامنے کھڑاہو گیا اور اب اس کو تمام نئے پرانے ہتھیار آزما کر شکست دینے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں حالانکہ یہ ان کی خام خیالی ہے کہ وہ اسلام کو شکست دے سکتے ہیں ۔اس لیے کہ اسلام کمیونزم کی طرح کوئی انسان کا تخلیق کردہ نظریہ تو نہیں ہے اور نہ ہی عیسائیت،یہودیت ،ہندو ازم یا بودھ ازم ہے۔ جو آج کے انسان پر بدلتے حالات اور مزاج کی وجہ سے راس نہیں آتا ہو۔ اس لیے کہ اسلام کے مقابلے میں دوسرے مذاہب **expire** ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روحانی طور پر بے چین مغربی انسان اسلام کے خلاف تمام تر پروپیگنڈے کے باوجود اسی کی آغوش میں سکون و چین محسوس کرتا ہے ۔11ستمبر کے ”شر انگیز دن “کو یہودی لابی نے جس طرح اسلام کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اس کے بالکل برعکس اسی کی کوکھ سے ایک ایسی صورت پیدا کردی کہ خود یہودی حیران و پریشان ہیں کہ آخر مغربی دنیا کو اسلام کی جانب کون سی چیز کھینچ لیتی ہے ۔یہودیوں اور عیسائیوں کی پریشانی بجا ہے کہ مغربی دنیا انتہائی تیزی کے ساتھ اسلام کی آغوش میں پناہ لینے پر بے چین نظر آتی ہےیہ صورتحال عیسائیوں سے زیادہ یہودیوں کو اضطراب میں مبتلا کرتی

نظر آتی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہودی اسلام کے ساتھ صدیوں پرانی دشمنی اور نفرت کو اب تک اپنے دلوں میں بسائے ہو ئے ہیں اور عیسائی نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں لگے زخم ابھی نہیں بھولے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ نہ چاہتے ہو ئے بھی دل کے ہاتھوں مجبور امریکہ کے81 سابق صدر ڈبلیو۔ بش نے 11ستمبر کے بعد ساری دنیا کے مسلمانوں کو للکارتے ہو ئے کہا تھا کہ ہماری جنگ "صلیبی جنگ"[35]ہے ۔مغربی ممالک کے اکثر دانشوروں نے گیارہ ستمبر کے بعد یہ بات کھل کر کہی کہ اسلام مغرب کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے ،یہودیوں نے اس کے لیے صدیوں پرانی پرو پیگنڈا مہم دوبارہ شروع کر دی اور مغربی دنیا کو یہ بات باور کرادی کہ دنیا کے لیے سب سے بڑا خطرہ اسلام اور اس کے پیرو کار ہیں ۔مغربی دنیا یہودیوں کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر آنکھ بند کر کے جنگ میں کود پڑی ،عراق اور افغانستان کی جنگ کا مقصد ہی یہی تھا کہ کسی طرح مسلم دنیا کو نفسیاتی طور پر شکست سے دوچار کردیا جائے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم دنیا "انتہا پسند اور اعتدال پسند"کےدو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی اور آہستہ آہستہ حکومتیں ،تنظیمیں اور پھر عوام بھی دو بڑی سوچوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ۔مغرب نے ایک دیدہ دانستہ صورتحال کے ذریعے اُمت مسلمہ کو تقسیم کر کے صرف انتہا پسندوں[36] پر نشانہ سادھ لیا اور اعتدال پسندوں کو بسااوقات مراعات کے ذریعے اور بسا اوقات صرف ڈرا دھمکا کر زیر کر کے رکھدیا ۔

[35] Religion, Politics and International Relations (writer: Jeff rey Haynes) page number 208

[36]مغرب کے نزدیک ہر وہ مسلمان انتہا پسند ہے جو اپنے عقیدے اور دینی افکار پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہو ئے دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیدے

سیاسی اور غیر سیاسی اسلام کا شوشہ :

یہودی کمینوں نے اس کے ساتھ ساتھ سیاسی اسلام اور غیر سیاسی اسلام کی اصطلاح وضع کر کے ایک نیا شوشہ چھوڑا ،ہاں یہ بات صحیح ہے کہ جو شخص قدرتی طور پر سیاسی بکھیڑوں کے بجائے صرف دعوتی مزاج رکھتا ہو یا صرف اپنے آپ کو محدود رکھنا چاہتا ہو کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اسلام کا خدانخواستہ وفادار نہیں ہے ،ایک انسانی سماج میں سبھی لوگ نہ فوجی بن سکتے ہیں اور نہ ہی سبھی ڈاکٹر یا کسان ، اللہ تعالیٰ نے کس کے مقدر میں کیا لکھا ہو گا وہ وہی پا لے گا ۔یہودیوں نے پورے سماج کو میڈیا پروپیگنڈے کے بل بوتے پر دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھدیا ہے اور اب مسلم سماج بالکل دو حصوں میں منقسم ہے ،اس کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں نے سیاسی اسلام کے داعیوں پر نشانہ سادھ لیا اور اپنی پوری پروپیگنڈامشنری ان کی جانب پھیر دی اور اس پروپیگنڈے کے شکار سیدھے سادھے مسلمان ہو گئے ۔ انھوں نے اپنی تمام تر تباہی و بربادی کا ذمہ دار انہی سیاسی اسلام کی ترجمانی کرنے والوں کو سمجھ لیا اور اس طرح اسلامی قوتوں کے لیے اپنے ہی بھائیوں کا ایک بڑا حصہ تعاون دینے سےنہ صرف باز رہا بلکہ بسااوقات بہت بڑا دشمن بھی بن گیا۔ کئی ممالک میں دونوں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔اس بات کا اگر دو الفاظ میں خلاصہ کیا جائے تو بس یہ کہنا کافی ہو گا کہ یہودیوں نے عیسائیت کے بعد اسلام کو نشانے پر لے کر اس کو آسانی کے ساتھ تباہ کرنے کے لیے کئی حصوں میں منقسم کردیا جس میں وہ فی الوقت کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ شاید ہم اس حوالے سے آگے کئی اور گوشوں پر بات کریں اس لیے کہ یہاں اس پر بات کرنے کا موقع نہیں ہے اور

یہ موضوع مختصر بھی نہیں ہے جس کا خلاصہ چند سطور میں کر کے بات ختم کر دی جائے ۔

الفاظ کی تہہ میں کچھ اور ہے پنہاں:

یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے مشترکہ دشمن "اسلام" کو نشانے پر لینے کے بعد سب سے[83] پہلے اس کی اصطلاحات کو "مشکوک اور مبہم "بنانے کے لیے اپنی ساری مشنری کو سر گرم کردیا ،جن میں قابل ذکر مستشرقین [37]ہیں۔ جن کے لٹریچر نے مغربی دنیا میں رہنے والے عام انسان اور اسلام کے مابین ایک خلیج پیدا کردی اور وہ اسلام کی حقانیت جاننے سے ہی محروم رہ گیا مستشرقین جنہوں نے اسلام کو ٹھیک اسی کی زبان میں گہرائی کے ساتھ صرف اس لیے سمجھنے اور جاننے کی کوشش کی تاکہ اپنی خام خیالیوں کے مطابق اسلام کی کمزوریوں کو جاننے کے بعد انھیں اس کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کریں ۔جس سے ان کی نگاہ میں دو فائدے تھے اور یقیناَ وہ دونوں فائدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ایک غیر مسلم دنیا کو اسلام سے متنفر کرنا دوم اسلام کو اہل اسلام ہی کے لیے مشکوک بنا دینا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر مسلم اسلام سے وحشت محسوس کرنے لگے اور مسلمان ابہام کا شکار ہو گیا [38]جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانونمیں گروہ در گروہ ایسی جماعتیں وجود میں آئیں کہ خلاف اسلام "بکواس و ہفوات"جو مسلمان دانشوروں کے منہ سے نکلتا ہے کو بھی اب قابل برداشت تصور کیا جاتا ہے ۔اب اس

---

[37]مستشرقین ان مغربی دانشوروں کو کہتے ہیں جنہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے اسلام کا گہرائی کے ساتھ اسی کے مراجع اور مآخذوں سے مطالعہ کر کے ایسا لٹریچر تیار کر لیا جس سے کم سے کم مغرب میں اسلام کی اصل صورت بگڑ کر رہ گئی۔

[38]مسلمانوں میں وہ مسلمان جنہوں نے مغرب میں سکونت اختیار کی اور پھر مغرب کی ہر شئی کو نعمت عظمیٰ خیال کرتے ہوئےسینے سے لگایا یہاں تک کہ انھوں نے دین کی وہی تشریح قبول کر لی جو مغربی علماء اور دانشوروں نے کی ،مستشرقین کے زہریلے پروپیگنڈے کے یہ لو گ بھی بری طرح شکار ہو گئے۔

پروپیگنڈے کے نتیجے میں مسلمان بھی اسلام کو کئی خانوں میں تقسیم کرتا ہے اس کے نزدیک بھی کار سیاست ایک پلید کام ہے جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ۔وہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ جہاد کی اب اس دنیا میں کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر مذہب سے کچھ متاثر ہی ہو تو اقدام کے برعکس دفاعی جہاد کا قائل ہوگا۔ یہودیوں نے لاکھوں ریڈیو اسٹیشنز ،ہزاروں ٹی ،وی چینلز،لاکھوں رسائل اور اخبارات کے ذریعے اسلام کے خلاف پروپیگنڈا مہم تیز کردی ہے اور ان کے نشانے پر جہاں ساری اسلامی اصطلاحات میں "جہاد"ہے وہیں شخصیات میں "مدارِ دین و شریعت "جناب رسول اکرم □ کی ذات گرامی ہے ،اس لیے کہ یہودی سمجھتے ہیں کہ جہاد ہی وہ آلہ ہے جس نے مسلمانوں کو سرخروئی عطا کی اور ذات محمدی □ ہی وہ مقدس اور عظیم ہستی ہے جو نہ صرف قیام دین کا ستونِ اول ہے بلکہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر ان کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے لہٰذا ان ملعونوں نے جہاں جہاد کی حقیقت مبہم بنانے کی سر توڑ کوشش کی ہے ،وہیں اللہ کے بعد مقدس ترین ہستی فداہ ابی و امی □ کی سیرت مطہرہ کے بعض پہلوؤں کو مشکوک بنانے کی دیدہ دانستہ کوششیں شروع کر رکھی ہیں ۔ توہین آمیز کارٹون یا فلمیں بنیادی طور پر اسی لیے تیار کی جاتی ہیں تاکہ ان کی ذات مبارک کو جنہیں" آدم علیہ السلام سے تا ایں دم" ہر پہلو سے" کامل اور واحد نمونہ عمل "کا اعزاز حاصل ہے وہ کسی طرح مشکوک بن جائے ۔یہودی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کوجو ذات گرامی ایک مرکز کی طرح اپنے سے جوڑی ہوئی ہے وہ سیدنا محمد الرسول اللہ □ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی ساری عداوت اس مقدس ہستی سے ہے اور یہی ان کی ابدی اور آخری تباہی کا باعث بنے گا۔ان کے اس بے جا بغض وعداوت کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ انتہائی بے شرم،انتہائی ظالم اور ناقابل یقین درندگی پر اتر آتے ہیں۔ لہٰذا کوئی بڑے سے بڑا گناہ کرتے ہو ئے انھیں اس پر

افسوس ہو نے کے بجائے اس میں خوشی محسوس ہو تی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے :إذ زین لھم الشیطان أعمالھم-تو شیطان ان کے برے اعمال کو ان کے سامنے خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے۔

تیسرا باب

مغرب میں قرآن اور نبیﷺکی توہین کا سیلاب

پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ نبی ﷺکی توہین ہی نہیں بلکہ خاکم بدہن نقصان پہنچانے کا آغازیہودیوں نے آپ کے مدینہ طیبہ پہنچتے ہی کیا تھا اور دنیاسے تشریف لے جانے کے بعد بھی یہ قوم اپنی اس گندھی ذہنیت سے باز نہیں آئی اور تازہ توہینی تحریک کا آغاز توہین آمیز خاکوں سے کیا گیا۔ اس میں یورپ کا اجتماعی ضمیر تک ملوث رہا ہے اس لیے کہ انھوں نے بڑی بے شرمی کے ساتھ اس مہم کو ”آزادئ اظہارِ رائے“کے نام پر مکمل تعاون فراہم کیا بلکہ بعض مغربی ممالک میں اس کے لیے باضابط چندے تک کی اجازت فراہم کی گئی ۔جس کا اعتراف خود سام بسایئل اور ٹیری جونز نے کیا ہے ۔اسلام دشمنی میں اہل مغرب کسی بھی آخری حد تک جا سکتے ہیں ان کا بس چلے توکسی بھی معمولی بہانے کے ذریعے یہ لوگ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک لمحے میں صفحہ ہستی سے ہی مٹا کردم لےلیں ،اس لیے کہ انھیں اسلام اور مسلمانوں سے خدا واسطے کی نفرت اور بغض ہے ۔گذشتہ کئی دہائیوں سےبالعموم اور 11ستمبر کے ورلڈٹریڈ سینٹر پر حملے کے بعد بالخصوص قرآن مقدس کو اعلاناًجلا کر شہید کرنے کاگویا سیلاب چل پڑا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت رسول اکرم ﷺکی ذات گرامی کی توہین کرتے ہوئے ان سے منسوب خاکے بناکر

اخبارات میں شائع کرنے کی دوڑ شروع ہو گئی اور اس کوبھی مغرب نے "آزادی اظہارِ رائے"کے قانون سے جوڑتے ہو ئے دفاع کیاہے کہ اس کی ہمارے ملکوں میں مکمل آزادی ہے ۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے دو بنیادی کردار:

پہلا ڈینیل پائبس نامی امریکی عیسائی جو صدر بش کے ساتھ گہرے سیاسی وتجارتی مراسم رکھنے کے علاوہ بعض کمیٹیوں کا رکن ہے اور امریکی اخبار اسے 'اسلام فوبیا کا مریض' اورمغربی دانشور 'اسلام دشمن' قرار دیتے ہیں۔ اسلام کے نام پر دنیا بھر میں جہاں کوئی سرگرمی ہو تووہ اس کے لئے ہرقسم کی مدد دینے کے لئے آمادہ رہتا ہےدوسرا اہم کردار جیلانڈ پوسٹن نامی اخبار کا یہودی کلچر ایڈیٹر فلیمنگ روزہے،مسلمانوں کے خلاف یہ دہشت گردی عیسائیوں اور یہودیوں کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے، یہ ایڈیٹر کافی عرصہ سے توہین رسالت کے موقع کی تلاش میں تھا کہ ڈینش کے ایک مصنف نے نبی □ پر ایك مختصر کتاب شائع کرنے کے لئے آپ □کا کوئی خاکہ طلب کیا،اس تقاضے پر فلیمنگ نے ڈینیل کی حمایت اور تعاون کے بل بوتے پر آپ کے خاکے بنانے کیلئے اپنے اخبار میں اشتہار شائع کرا دیا۔40 میں سے 12 بدبخت کارٹونسٹ اس مذموم حرکت کے لئے آمادہ ہوئے اور ان میں سے ویسٹر گارڈ نامی ملعون کارٹونسٹ نے توہین آمیز خاکے تیار کئے، اپنے قتل کا فتویٰ ملنے کے بعد سے یہ شخص روپوش یا ڈینش پولیس کی حفاظت میں ہے، جبکہ فلیمنگ میامی(امریکہ) میں اپنے دوست ڈینیل کی میزبانی اور تحفظ سے محظوظ

ہورہا ہے[39] ۔ڈینش اخبار کا یہ واقعہ کوئی حادثہ نہیں بلکہ ایك سوچی سمجھی ذہنیت ہے جیساکہ واشنگٹن پوسٹ[40] نے بھی یہی قرارد یا ہےاور خود فلیمنگ روز سے جب اپنے طرزِ عمل پر افسوس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیاکہ ایسی کوئی بات نہیں، ان خاکوں کی اشاعت کے پس پردہ ایك جذبہ کار فرما ہے او روہ ہے 'دہشت گردی ' جسے اسلام سے روحانی اسلحہ فراہم ہوتا ہے [41]۔

مغرب کا دوہرا معیار:

جہاں تك ڈنمارك کے قوانین کا تعلق ہے تو اس حرکت میں اس کے اپنے طے شدہ کئی قوانین کی مخالفت پائی جاتی ہے،ڈنمارك کے کریمنل کوڈ کے سیکشن 140 کے مطابق ہر وہ شخص جوملك میں قانونی طورپر مقیم ہے کسی فرد یا کمیونٹی کے مذہب یا عبادات اور دیگر مقدس علامات کی ”توہین یاتضحیك“ کرے گا، اسے زیادہ سے زیادہ چار ماہ کی قید یا جرمانہ کی سزا دی جا سکے گی ۔غور طلب امر یہ ہے کہ جیلانڈ پوسٹن نامی اخبار اوراس کے ایڈیٹر کو اس قانون سے بالاتر رکھا جارہا ہے؟ جبکہ ڈنمارك کی سرکاری ویب سائٹ پر خود اس اخبار پر اس قانون کے تحت کاروائی کرنے کا امکان ظاہر کیا گیا ہے، لیکن ابھی تك کسی قانونی اقدام سے گریز کا رویہ زیر عمل ہے۔ایسے ہی ڈنمارك ہی کے پینل کوڈ کے سیکشن 266bk مطابق ’’ایسا کوئی بھی بیان یا سرگرمیاں جرم ہیں، جو کسی بھی کمیونٹی کے افراد کے لئے رنگ ، نسل، قومیت، مذہب یا جنس کے حوالے سے دل آزار ی کا باعث بنتے ہوں’’ ڈنمارك کے یہ اخبارات وجرائد اس دفعہ کی خلاف

---

[39] ہفت روزہ فیملی میگزین:5مارچ2006ء
[40] امریکی کثیر الاشاعت اخبار(washington post)
[41] The Dawn, 19 feberuary 2006

ورزی کے بھی مرتکب ہوئے ہیں لیکن یہاں بھی قانون کو حرکت میں نہیں لایا جارہا۔مزید برآں ڈنمارك کے آئین میں آزادیٔ اظہار کے حوالے سے سیکشن77 کی رو سے ”ہر شخص کواپنے خیالات کے اظہار اور اُنہیں چھاپنے کی مکمل آزادی حاصل ہے لیکن وہ اپنے خیالات کے حوالے سے ’کورٹ آف جسٹس‘ کو ضرور جواب دہ ہے“[88]اگر ان اخبارات کی اس حرکت کو آزادیٔ اظہار کے زمرے میں لانے کو بھی بفرضِ محال تسلیم کرلیاجائے تب بھی اس ’کورٹ آف جسٹس‘ نے دنیا بھر کے مظاہروں کے بعد ان اخبارات سے کسی جواب طلبی سے کیوں گریز کیا ؟ڈینش اخبارات وجرائد کے بعد جب یہ کارٹون مغربی میڈیا میں شائع ہوئے ہیں تو اس امر کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کیا عالمی قوانین اور مغر ب کے مسلمہ تصورات مغربی میڈیا کو بھی انہیں شائع کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں میڈیا ہر جگہ آزادیٔ اظہار کے حق کا تذکرہ کر رہا ہے ، یوں بھی مغرب میں اس فلسفے کو بعض وجوہ سے ایك مسلمہ کی حیثیت حاصل ہوچکی ہے۔باوجود اس امر کہ اسلام آزادیٔ اظہار کے مغربی تصور کا قائل نہیں لیکن حالیہ خاکے مغرب کے اپنے پیش کردہ تصور پر بھی پورا نہیں اُترتے ہیں کیونکہ ہر انسان کو اس حد تك ہی آزادیٔ اظہار حاصل ہوتا ہے جب تك یہ اظہار دوسرے کی حدود میں داخل نہ ہوجائے۔ آزادیٔ اظہار کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ دوسروں کی حدود میں دخل اندازی کی جائے۔ ایك انسان جب آزادیٔ اظہار کے ذریعے دوسروں کے مقدس تصورات و نظریات اور رہنما شخصیات پر تنقید کرے گا تو یہ آزادی کے بجائے کھلم کھلا جارحیت کا ارتکاب کہلائے گا۔ دوسرے کے جذبات سے کھیلنا آزادیٔ اظہار کے بجائے ’دہشت گردی کا ارتکاب‘ ہے۔ جرمن مفکر ایمانویل کانٹ کا مشہور مقولہ ہے کہ ”میں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے میں آزاد ہوں، لیکن جہاں سے تمہاری ناك شروع ہوتی ہے ، میرے ہاتھ کی آزادی ختم ہوجاتی ہے۔“ ایسے ہی”ہر انسان کی آزادی

وہاں جا کر ختم ہوجاتی ہے ، جہاں دوسرے کی شروع ہوتی ہے-‘‘اس لحاظ سے بھی ان اخبارات کا یہ رویہ آزادیٔ اظہار کے مغربی تصور کے استحصال اور کھلی مخالفت پر مبنی ہے،آزادیٔ اظہار کی یہ حد بندی صرف ایك مسلمہ حقیقت نہیں بلکہ یورپی کنونشن کا چارٹر (مجریہ 1950، روم) اس کو قانونی حیثیت89بھی عطا کرتاہے-جس کی رو سے ‘‘آزاد خیالی’’کے ان حقوق پر معاشرے میں موجود قوانین کے دائرہ کار کے اندر ہی عمل کرنا ہوگا، تاکہ یہ آزادیاں کسی دوسرے فرد یاکمیونٹی کے تحفظ ، امن وامان او ردیگر افراد یا کمیونٹی کے حقوق اور آزادیوں کو سلب کرنے کا ذریعہ نہ بنیں-مزید برآں اسی چارٹر کے سیکشن ایک، آرٹیکل دس کی شق اول ودوم میں یہ بھی درج ہے کہ آزادیٔ اظہار کے حوالے سے ملکی قوانین پامال نہیں کئے جائیں گے، تاکہ جمہوری روایات علاقائی سلامتی، قومی مفادات، دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور باہمی اعتماد کو نقصان نہ پہنچے-‘‘آزادی اظہار کا یہ تصور فرض شناسی اور ذمہ دارانہ رویے سے مشروط ہے’’آزادیٔ اظہار کا حق نہایت حزم واحتیاط او رذمہ داری کے ساتھ استعمال کیا جانا چاہئے، اس کے ذریعے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ملك میں معاشرے کی اخلاقی اقدار، دوسروں کی عزتِ نفس، اور ان کے بنیادی حقوق کو گزندپہنچائے- ‘‘آزادیٔ اظہار کا یہ حق ’انٹرنیشنل کنونشن آن سول اینڈ پولیٹکل رائٹسICCPR ‘ کے ذریعے بھی محدود کردیا گیا ہے- مزید تفصیلات کے لئے پاکستان کے ایک نامور قلمکارآغا شاہی کے روزنامہ پاکستان لاہورمیں شائع شدہ مضمون بعنوان ”نسلی ومذہبی منافرت اور عالمی قوانین“ کےتحت میں لکھتے ہیں : ”توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مخالفت ان متعدد فیصلہ جات سے بھی ہوتی ہے جو ماضی میں مغرب کی مختلف عدالتیں سنا چکی ہیں اس کے باوجود ڈینش حکمرانوں کا یہ عذر ’عذرِ گناہ بدتر از گناہ‘ کا مصداق اور دیگر حکمرانوں کی ان سے ہم نوائی دراصل اسلام سے دشمنی کا برملا اظہار

ہے۔میڈیا کے بل بوتے پر اسلام کے بارے میں پیدا کیا جانے والا تعصب مختلف مراحل پر اپنا رنگ دکھا رہا ہے اور اس کو اپنے لبرل قوانین کا تحفظ پہنانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔یورپی یونین کی ہیومن رائٹس کی اعلیٰ ترین عدلیہ نے سال 1996ء میں برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کے توہین مسیح کے مقدمہ میں فیصلہ پر اوپر درج شدہ آرٹیکل 10 کے تحت اپیل کی سماعت کے بعد ایک اہم اور دلچسپ مقدمہ 'ونگرو بنام مملکتِ برطانیہ' میں بڑا معرکہ آرأفیصلہ صادر کیاہے جو یورپی یونین کے تمام ممبر ممالک پر لاگو ہے۔

یہ کیس ایک ایسی فلم کے بارے میں تھا جس سے حضرت عیسیٰ کی توہین کا تاثر اُبھرتا ہے اور اس کو برطانوی سنسر بورڈ نے اس بنا پر نمائش سے روک دیا کہ اس سے عیسائی شہریوں کے جذبات مشتعل ہونے کا اندیشہ تھا۔ سنسربورڈ کے اس فیصلہ کے خلاف فلمساز نے برطانیہ کی سب سے بڑی عدالت ' ہاؤس آف لارڈز' میں اپیل کی اس ہاؤس نے بھی فلم کو نمائش سے روکنے کا فیصلہ برقرار رکھا۔ فلمساز نے پھر اس فیصلہ کے خلاف حکومت برطانیہ کو فریق بناتے ہوئے حقوقِ انسانی کی اعلیٰ ترین عدالت میں اس فیصلہ کو اوپر درج شدہ آرٹیکل 10 کی رو سے چیلنج کردیا۔ یورپی یونین کی اس اعلیٰ ترین عدالت نے اس آرٹیکل کی تشریح کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں لکھا "توہینِ مسیح کے قانون کی بدولت حقوقِ انسانی کا تحفظ برقرار رہتا ہے" اور اس طرح سابقہ فیصلوں کوبھی برقرار رکھا،ہیومن رائٹس کمیشن کے ایک مشہور کیس Faurisson VS Franceکا عدالتی فیصلہ ملاحظہ ہو:"ایسے بیانات پرجو یہودیت دشمن جذبات کو ابھاریں یا انہیں تقویت دیں، پابندیوں کی اجازت ہوگی، تاکہ

یہودی آبادیوں کے مذہبی منافرت سے تحفظ کے حق کو بالادست بنایا جاسکے[42]۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں شائع ہونے والے مضمون ”یورپ اور توہین انبیاء“ میں معروف قلمکار محمد اسمٰعیل قریشی صاحب لکھتے ہیں ،یورپ کی 91 عیسائی اور نام نہاد سیکولر حکومتوں کا شروع سے یہ عجیب وغریب دوہرا معیار رہاہے کہ اپنے ملکوں میں تو توہین مسیح کے جرم کی سنگین سزا، سزائے موت نافذ رہی ہے جو اب بھی عمر قید کی صورت میں موجود ہے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان یا دوسرے مسلمان ملکوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کی سزا کا سرے سے وجود ہی نہ رہے ،کیونکہ اس سے عیسائی اور دیگر اقلیتوں کے انسانی حقوق مجروح ہوتے ہیں۔ان خاکوں کی اشاعت کے لئے بہت سے اخبارات نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ سیکولر معاشرے کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے وہ مذہبی نظریات کے تحفظ کے پابند نہیں دوسری طرف ان ممالك کے آئین اس امر کی ضمانت بھی دیتے ہیں کہ وہ اپنے ہاں بسنے والوں میں کسی مذہبی امتیاز کو جگہ نہیں دیں گے۔لیکن ان ممالك کا عملی رویہ اس دعویٰ کے برعکس ہے۔ ان ممالك میں عیسائیت اور یہودیت کو جوتحفظ حاصل ہے اور قوانین میں ان کی جو ترجیحی حیثیت موجودہے، اسلام کو یہ تحفظ کسی مرحلہ میں بھی میسر نہیں[43]۔

ہولوکاسٹ کا انکار بھی جُرم:

ڈنمارك اور دیگر یورپی ممالك میں یہودیوں کے جرمنی میں قتل عام کی خود ساختہ تاریخ اور ان کی مظلومیت کو پورا تحفظ دیا

---

[42] روزنامہ پاکستان (لاہور)
[43] روزنامہ نوائے وقت (لاہور پاکستان)

گیاہے۔ اس مزعومہ قتلِ عام(ہولوکاسٹ) میں مقتولین کی تعداد کو 50 لاکھ سے کم بیان کرنا کسی کے مجرم بننے کے لئے کافی ہےحتیٰ کہ اس کہانی کے کسی جز کا بھی انکار کرنا 20 سال تک قید کی سزا کا مستوجب ہے۔ ان ممالک کا یہ قانون مذہبی امتیاز پر واضح دلیل اور آزادئ اظہار پر صاف قدغن ہے۔ لیکن92 چونکہ اس سے یہودیوں کی دل شکنی ہوتی ہے، اس لئے اس کو تو قانونی تحفظ عطا کیا گیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی دنیا بھر میں او رخود ڈنمارک میں دل شکنی کوئی جرم نہیں۔ یہ تضاد مغربی لبرل ازم کا پورا پول کھولتا ہےبرطانیہ میں حضرت عیسیٰ □ کی توہین پر موت کی سزا موجود ہے اور اس سزا کو عالمی عدالتِ انصاف بھی مختلف موقعوں پر تسلیم کرچکی ہے گویا وہ برطانیہ کے اس تصورِ قانون کی مؤید ہے جیساکہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ □کی توہین کو آزادئ اظہار کے دائرے میں لانا کیوں برطانوی حکومت کو گوارا نہیں؟ علاوہ ازیں برطانیہ کے اس قانون کا دائرہ صرف چرچ کے تحفظ تک ہی کیوں محدود ہے؟ یہ قوانین شہریوں میں عدم مساوات اور مذہبی امتیاز پر واضح دلیل ہیں۔

آسٹریا میں توہین آمیز فلم پر پابندی :

حضرت عیسیٰ □کی توہین کا ایک کیس آسٹریا میں بھی 1990ء میں زیر سماعت لایا گیا ہے، جس سے پتہ چلتاہے کہ یہ قانون دیگر مغربی ممالک میں بھی موجود ہے۔اس کیس 'اوٹو پریمنگر انسٹیٹیوٹ بنام آسٹریا[44]' کے فیصلہ میں عدالت نے تحریر کیا کہ دفعہ 9 کے تحت مذہبی جذبات کے احترام کی جو ضمانت فراہم کی گئی ہے ،

[44] Otto-Preminger-Institut v Austria

اس کے مطابق کسی بھی مذہب کی توہین پر مبنی اشتعال انگیز بیانات کو بدنیتی اور مجرمانہ خلاف ورزی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جمہوری معاشرے کے اوصاف میں یہ وصف بھی شامل ہے کہ اس نوعیت کے بیانات ، اقوال یا افعال کو تحمل ، بردباری اور برداشت کی روح کے منافی خیال کیا جائے اور دوسروں کے مذہبی عقائد کے احترام کو صد فی صد یقینی بنایا جائے"۔

چرچ کی توہین بھی جرم:

1989ء میں ایک فلم Visions of Ecstasy[45] کو برطانوی سنسر بورڈ نے اس بنیاد پر نمائش سے روک دیا کیونکہ اس میں چرچ کی توہین پائی جاتی تھی۔ حالانکہ بعدازاں وہ یہ ثابت نہیں کرسکے کہ اس میں توہین آمیز اور قابل اعتراض چیزیں کہاں پائی جاتی ہیں ؟اس واقعہ میں 'ہمہ قسم کے نسلی امتیاز (یا تعصبات) کے خاتمے پر عالمی کنونشن ICERDاکی بھی صریحاً خلاف ورزی کی گئی ہے، جس کی رو سے نسلی برتری، نفرت انگیز تقاریر اور نسلی تعصب کو ابھارنے کے عمل کو غیر قانونی قراردیا گیا ہے۔ اور اقوام متحدہ پر لازم ہے کہ اس قسم کے قابل تعزیر اقدامات کے ذمہ داروں کو قرارِ واقعی سزا دے۔ایسے معاشرے جہاں مذاہب کی بنیاد پر تفریق ممنوع ہے، وہاں اسلام کو نظر انداز کرکے دیگر مذاہب کو یہ تقدس عطا کرنا بذاتِ خود قابل مؤاخذہ اور مذہبی امتیاز کا مظہرہے۔ یہ مغرب کی اس منافقت کا پول کھولتا ہے جو آئے روز مذہبی مساوات کا دعویٰ کرتی اور مسلم ممالک کو ا س کا درس دیتی رہتی ہے۔بالخصوص اس وقت جب جمہوری اُصولوں کی دعویدار حکومتیں اس حقیقت کے علیٰ الرغم اس زیادتی کا ارتکاب کریں کہ یہ دنیا میں پائے جانے والے ڈیڑھ ارب یعنی دنیا بھر

---

45 http://en.wikipedia.org/wiki/Visions_of_Ecstasy

کی چوتھائی آبادی کے مذہبی جذبات کا تمسخر اُڑانا ہے۔

توہین میں قابل غور تسلسل:

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کوئی وقتی مسئلہ نہیں کہ اس پر مسلمان اپنے غم وغصہ کا اظہار[94] کرکے اپنا احتجاج ریکارڈ کرالیں اور اسے ہی کافی سمجھیں،بلکہ گذشتہ چند برس کی تاریخ کو پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ توہینِ اسلام غیرمسلموں کا ایك مسلسل رویہ ہے ۔ جس کا ارتکاب غیر مسلم ایك تسلسل سے کررہے ہیں اور اس کو کافر حکومتیں مختلف خود ساختہ اور نام نہادناموں کے تحت لگاتار تحفظ عطا کرتی ہیں۔ ا س جرم کے مرتکبین ان کی آنکھ کا تارا اور ان کی عنایتوں کا مرکز ومحورٹھہرتے ہیں۔ ان واقعات کے بارے میں حسب ِذیل اشارے اس مسلسل رجحان کی عکاسی کرنے کے لئے کافی ہیں جس کے تدارك کے لئے اُمت ِمسلمہ کو سنجیدگی سے غور کرنا، اس کی وجوہات تلاش کرنا اور اس کے خاتمے کے لئے ٹھوس اقدامات بروئے کار لانا ہوں گے،اسی اورنوےکی دہائیوں میں سلمان رشدی کی شیطانی آیات اور تسلیمہ نسرین کے ناولوں کی اشاعت او رمغرب میں ان کی ریکارڈ تعداد میں فروخت، بعد ازاں ان دونوں ملعون شخصیات کو مغربی حکومتوں کا سرکاری پروٹوکول پیش کرنا اور ان کے گرد حفاظتی حصار قائم کرکے مقبولِ عام شخصیتوں کا درجہ دینا،ایک پاکستانی صحافی کے بقول نواز شریف حکومت کے دوسرے دور میں دو مسیحیوں کا توہین رسالت کا ارتکاب اور راتوں رات اُنہیں جرمنی کی حکومت کے تحفظ میں دینے کے لئے پاکستانی ائیرپورٹوں سے باعزت روانگی ،جنوری2000ء میں انٹرنیٹ پر ایك حیاباختہ لڑکی کے سامنے مسلمان نمازیوں کو اس حالت میں سجدہ میں گرا ہوا دکھایا گیا کہ وہ اس کی عبادت کررہے ہیں، اس پر ہفت روزہ 'وجود' کراچی

میں توجہ دلائی گئی،ستمبر 2000ء میں انٹرنیٹ پر قرآن کی دو جعلی سورتیں 'دی چیلنج'کے عنوان سے شائع ہوئیں اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ وہ مظلوم سورتیں ہیں جنہیں مسلمانوں نے اپنے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے قرآن سے نکال باہر کیا ہے، معاذ اللہ۔ اکتوبر2001ء میں 'دی رئیل فیس آف اسلام[95](Real face of islam)نامی ویب سائٹ پر نبی کریم □سے منسوب چند تصاویر کے ساتھ ہتك آمیز مضامین شائع کئے گئے، جس میں اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے یہ تاثر اُبھارا گیا کہ مسلمان اپنے سوا تمام دیگر انسانوں بالخصوص یہود ونصاری کوواجب القتل سمجھتے ہیں، نبی کریم□ سے تصاویر منسوب کرکے یہ دعویٰ کیا گیا کہ آپ دنیا میں قتل وغارت اور دہشت گردی کا سبب ہیں۔نعوذ اللہ

نئے قرآن کی تخلیق سے امامتِ زن تک:

نومبر 2004ء میں ہالینڈ کے شہر ہیگ میں Submissionنامی فلم میں اسلامی احکامات کا مذاق اُڑایا گیا اور برہنہ فاحشہ عورتوں کی پشت پر قرآنی آیات تحریرکی گئیں۔قرآنی احکام کو ظالمانہ قرار دینے کی منظر کشی کرتے ہوئے مغرب میں بسنے والے انسانوں کو یہ پیغام دیا گیا کہ اس دین سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس کے نتیجے میں وہاں مسلم کش فسادات شروع ہوگئے۔آخر کار ایك مراکشی نوجوان محمد بوہیری نے اس گستاخِ قرآن 'وان گوغ' کو اس کے انجام تك پہنچادیایادر ہے کہ اس فلم کا سکرپٹ نائیجریا کی سیاہ فام مرتد عورت "عایان ہرشی علی "نے لکھا تھا۔جب یہ عورت ہالینڈ میں سکونت پذیر ہوئی تو مسلمانوں نے اس کی سرگرمیوں پر احتجاج کیا۔ آخر کار ڈچ حکومت نے ا س عورت کے تحفظ کے لئے

اسے سرکاری پروٹوکول فراہم کردیا-جنوری 2005ء میں فُرقان الحق نامی کتاب شائع کرکے اس کو مسلمانوں کا نیا قرآن باور کرانے کی مذموم مساعی شروع کی گئیں ، 364 صفحات پر مشتمل ا س کتاب میں 88آیات میں خود ساختہ نظریات داخل کردئے گئے جس کی قیمت 20 ڈالر رکھی گئی-

مارچ 2005ء میں ”امینہ ودود “نامی عورت نے ”اسریٰ نعمانی“ کی معیت میں امامت ِزن کے فتنے کا آغاز کیا اور مغربی پریس نے اس کو خوب اُچھالا-

مئی 2005ء میں نیوز ویك نے امریکی فوجیوں کی گوانتا ناموبے میں توہین ِقرآن کے 50 سے زائد واقعات کی رپورٹ شائع کی جس کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں میں اشتعال پھیل گیا-

ستمبر 2005ء میں جیلانڈ پوسٹن نامی ڈینش اخبار میں توہین رسول کا ارتکاب کیا گیا جس کے بعد وہاں کے کئی جرائد نے اُنہیں دوبارہ شائع کیا –

بعد ازاں فروری 2006ء میں کئی مغربی اخبارات نے ان توہین آمیز کارٹونوں کو اپنے صفحہ اوّل پر شائع کیا-

نبی رحمت محمد عربیؐ کی شان میں گستاخیوں کا یہ سلسلہ ان چند سالوں پر محیط نہیں بلکہ دشمنانِ اسلام نے آپ کی شانِ رسالت کو ہمیشہ اپنی کم ظرفی اور کمینگی کے اظہار کے لئے نشانہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ،قرونِ وسطیٰ میں جان آف دمشقی (700 تا 754ء) وہ پہلا نامراد شخص ہے جس نے آپ پرالزامات واتہامات کا طومار باندھا اور بعد ازاں اکثر وبیشتر مستشرقین نے انہی

الزامات کو دہرایا۔ منٹگمری واٹ نے محمد ایٹ مکہ[46] (Muhammad at Mecca)میں لکھا ہے مغربی مصنّفین محمدؐ کے بارے میں بدترین چیز پر بھی یقین کرنے کو ہردم آمادہ رہتے ہیں،دوسری طرف جہاں کہیں اپنے کسی مذموم فعل کی کوئی ممکنہ توجیہ اُنہیں میسر آئے، اسے حقیقت تسلیم کرنے میں لمحہ بھر تامل نہیں کرتے۔"انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا (1984ء) کا مقالہ نگار لکھتا ہے:بہت کم لوگ اتنے بدنام کئے گئے جتنا محمد کو بدنام کیا گیا۔ قرونِ وسطی کے عیسائیوں نے ان کے ساتھ ہر الزام کو روا رکھا ہے، (A History of Medieval)کا مصنف جے جے سانڈرز لکھتا ہے:اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی کو عیسائیوں نے کبھی ہمدردی اور توجہ کی نظر سے نہیں دیکھا، جن کے لئے حضرت عیسیٰ کی ہستی ہی شفیق و آئیڈیل رہی ہے،صلیبی جنگوں سے آج تك محمد کو متنازعہ حیثیت سے ہی پیش کیا جاتا رہا او ران کے متعلق بے سروپا حکایتیں او ربے ہودہ کہانیاں پھیلائی جاتی رہیں"۔ عیسائیوں اور غیرمسلموں نے اسلام کی راہ روکنے کے لئے تاجدارِ رسالت کی شان میں توہین کے علاوہ تنقید کا رویہ بھی اپنایا لیکن اس تنقید کا جواب ہمیشہ سے مسلم علماءنے مبرہن انداز میں دیتے ہوئے ان کے اعتراضات کا خاتمہ کیا۔ مذکورہ بالا واقعات کی نشاندہی اور اقتباسات کی پیش کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان اسلام یا نبی اکرم کی سیرت پر علمی تبادلہ خیال بھی گوارا نہیں کرتے لیکن تنقید اور توہین میں بڑا اور بنیادی فرق ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دلائل وبراہین کے ساتھ دیا ہے، لیکن توہین رسالت کے مرتکبین کے خلاف ہمیشہ ہی صدائے احتجاج بلندکی او راُنہیں کیفر کردار تك پہنچانے کی جہدوسعی بروے کار لائے۔مذکورہ بالا واقعات کا تسلسل جہاں مغرب کی

[46] Muhammad at Mecca written by William Montgomery Watt

تنگ نظری اور تعصب کا آئینہ دار ہے وہاں اس میں مسلمانوں کے لئے غور وفکر کا کافی سامان بھی موجود ہے۔کسی قوم کے مذہبی تصورات، شعائر اور مقدس شخصیات کی بے حرمتی کے لگاتار واقعات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ اس کا جسدِ ملی کھوکھلا ہوچکا ہے۔

امریکی جیلوں میں شرمناک واقعات سے توہین قرآن تک :

توہین رسالت کی تازہ لہر اس وقت سے جاری ہے جب سے امریکی افواج نے مختلف مسلمان ممالک میں قبضے کے بعد جیلیں قائم کر کے ان میں مجاہدین کو گرفتار کرکے پابند سلاسل رکھنے کا طویل سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔جن میں تین جیلیں بہیمانہ انسانیت سوز تشددکے سبب بہت زیادہ بدنام ہوئی ہیں ایک گونتا نامو بے،دوم ابوغریب عراق اور سوم بگرام ائر بیس افغانستان ۔ سب سے پہلے توہین قرآن کی شکایت عراقی جیل ابو غریب سے موصول ہوئی جہاں نہ صرف قرآن پاک کی بے حرمتی کی جاتی تھی بلکہ قیدیوں کو نماز جیسے اہم فریضہ اسلام سے بھی روکنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی ۔یہاں مقیم امریکی فوجیوں پر زنا بالجبر اور قیدیوں کو بے ہوشی کی حالت میں اعضاکی چوری اور کاروبارکےبھی الزامات لگتے رہے ہیں۔ابو غریب جیل میں قیدیوں کو روحانی اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے دوران ٹارچر ایک ”خاتون فوجی“ دیواروں سے بندھے قیدیوں کے سامنے ”نقلی ماہوری “نکال کر ان کے چہروں پر ملتے ہو ئے دیکھی گئی جس سے مسلمان نوجوان قیدی پاگلوں کی طرح اپنے سر دیواروں کے ساتھ ٹکراتے ہو ئے دیکھے گئے ۔ پھر اسی جیل میں قیدیوں کے سامنے قرآن پاک کو شہید کر نے والے فوجیوں کی تصاویر بھی ساری دنیا نے دیکھی ہیں اور تو اور امریکی فوجیوں کی درندگی

اور وحشت کا یہ عالم کہ انھوں نے عراقی مسلمان قیدیوں کے سامنے قرآن پاک کو شہید کر کے بیت الخلا میں پھینکا جس پر سارے عالم اسلام میں شدید احتجاج ہوا ۔

ابو غریب کے علاوہ انہی درندہ صفت امریکی فو جیوں نے گونتا نامو بے جیسے بد نام زمانہ[99]جیل میں بھی نہ صرف وحشیانہ پن کا مظاہرا کیا بلکہ انسانی عقل و شعور میں اب تک ایجاد ہو چکے سبھی پُر تشدد طریقے نہتے قیدیوں پر آزمائے یہاں تک کہ سینکڑوں کوشہید کردیا گیا اور ہزاروں اب تک لاپتہ ہیں۔ اس قید خانے میں بھی قیدیوں کے سامنے قرآن پا ک کی بے حرمتی کی گئی اور یہی کچھ ان امریکی غنڈوں نے بگرام ائر بیس پر بھی دہرایا ۔ان کی درندگی کی داستانوں میں وہ دل دہلانے والی داستان بھی مسلمانوں کو قیامت تک یاد رہنی چاہئے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی [47]کے ساتھ اسی ائر بیس پر بقولِ ”برطانوی شہری معظم بیک“ کے وہ اس کے ساتھ بالکل ویسا ہی سلوک کرتے تھے جیسا ایک انسان اپنی بیوی کے ساتھ بھی روا نہیں رکھ سکتا ہے۔ بگرام کا قید خانہ یہانمقید قیدیوں کے بقول ایک مکمل جہنم کا تصور پیش کرتا ہے ،امریکی اور نیٹو افواج نے عراق اور افغانستان میں ہر ناقابل یقین گناہ کیا اور ہر وہ ستم انسانوں پر ڈھایا جس کا تصور انسانی عقل و شعور کی سرحدوں سے بالکل ماورا ہے ۔ نبی□ کی ذات اقدس کی توہین کرنے کے لیے خاکے بنانے سے قبل قرآن کی توہین کی باضابطہ ایک تحریک امریکی جیلوں میں چلائی گئی ۔اس کا مقصد جہاں قیدیوں کو اذیتناک ذہنی مراحل سے گذار کر حوصلہ

---

[47]پاکستان کی ایک عظیم حوصلہ مند خاتون جو گذشتہ گیارہ برس سے امریکی جیل میں قید ہے اس نے امریکی یونیورسٹی میں پی،ایچ،ڈی کی ہے اس کو سابق فوجی آمر اور ڈکٹیٹر جرنل مشرف کی حکومت نے کراچی سے اسلام آباد جاتے ہو ئے اپنے تین بچوں سمیت اغوا کراکے امریکیوں کے حوالے کیا تھا جنہوں نے جھوٹے مقدمات میں اسی برس کی سزا میں جیل بھیجدیا ہے اس کا اصل جرم یہ ہے کہ یہ مغربی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اسلام پسند ہے۔

شکن کرنا تھا وہیں اس کا ہدف یہ بھی تھا کہ عالم اسلام کے نام پر رہنے والے کروڑوں مسلمان اپنی ذلتناک حیثیت سے عبرت حاصل کرکے عیسائیوں کے سامنے سر اُٹھا کر چلنے کی جسارت سے باز آکر مکمل طور پر خود سپردگیSURRENDER کریں۔

ملعون ٹیری جونزکون؟[100]

یہ امریکہ کا ایک ملعون یہودی ہے جس نے اب تک بڑے خوفناک جرائم انجام دیے ہیں مگر اسرائیل کے اس لاڈلےکے ان گناہوں سے ہمیشہ چشم پوشی کی گئی ،ٹیری جونز کون ہے کے متعلق برادرم عثمان غازی لکھتے ہیں" گستاخانہ فلم کی تخلیق میں مرکزی کردار ادا کرنے والا امریکی پادری عدالت سے سزا یافتہ ایک ایسا شخص ہے جس کو چرچ آف جرمنی کی فیڈریشن سستی شہرت کا لالچی شخص قرار دے چکی ہے۔ٹیری جونز کی سگی بیٹی ایما خود اپنے باپ کے کرتوتوں سے نالاں ہے اور اس نے متعدد مرتبہ اپنے باپ کے اعتقادات سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔امریکی پادری ٹیری جونز اکتوبر 1951کو پیدا ہوا،فلوریڈا میں قائم ایک چھوٹے سے چرچ کے اس پادری نے اپنے کیرئیر کا آغاز 1970میں ایک ہوٹل مینجر کے طور پر کیا، ٹیری جونز کی زندگی میں یوٹرن اس وقت آیا جب وہ اچانک ہی کینٹکی میں قائم میرانتھا کیمپس منسٹریز نامی چرچ میں نائب پادری بن گیا،اس کے بعد ٹیری جونزعیسائیت کی تبلیغ کے لئے جرمنی چلا گیا۔یہاں کچھ عرصے تبلیغ کرنے کے بعد ٹیری جونز نے اپنا ایک چھوٹا چرچ قائم کرلیا تاہم یہ کامیابی اسے راس نہ آئی اور جرمنی کی ایک مقامی عدالت نے ٹیری جونز کو اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لگانے کے جرم میں 38ہزار ڈالر کا جرمانہ کردیا، ٹیری جونز کی ڈگری جعلی ثابت ہوئی اور اس کو رقم کی صورت میں جرمانہ ادا کرنا پڑا،2008ٹیری جونز پر بہت بھاری

ثابت ہوا، چرچ آف جرمنی کی فیڈریشن نے ٹیری جونز کوسنگین الزامات کے باعث چرچ کی سربراہی سے فارغ کردیا،ٹیری جونز پر چرچ ممبران پر غیر مناسب دباؤ اور سستی شہرت کے حصول کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرنے کا الزام تھا۔جرمنی سے دربدری کے بعد ٹیری جونز فلوریڈا آپہنچا جہاں اس کے[101] پرانے تعلقات کام آئے اور وہ ایک چھوٹے سے چرچ کا پادری بن گیا۔تاہم ٹیری جونز کا سستی شہرت کے حصول کا شوق اب بھی اپنی جگہ قائم تھا، اسی شوق کی تکمیل کے لئے ٹیری جونز کو ایک انوکھی ترکیب سوجھی ، اس نے 27اکتوبر2011ء کو آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے صدارتی الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا، ٹیری جونز کا یہ حربہ شاید اس کو وہ عالمی شہرت نہ دلوا سکا جس کی اسے ہمیشہ سے خواہش رہی تھی۔

ٹیری جونزاور توہین قرآن:

اسی سستی شہرت کے حصول کے لئے ٹیری جونز نے مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کا اعلان جولائی 2010ء میں کیا، اس اعلان کے بعد پوری دنیا کے مسلمانوں میں شدید بے چینی پھیل گئی، اور کشمیر سمیت دنیا بھر میں شدید احتجاج ہواجس کے نتیجے میں 20 کے قریب مسلمان شہید ہو گئے ۔اس ردعمل کے بعد اس نے NBC کے ساتھ بات کرتے ہو ئے کہا کہ میں ایسا کچھ بھی کرنے والا نہیں ہوں،اگلے سال 20 مارچ 2011ء میں اس نے پھر ایسی ہی حرکت کرنے کا اعلان کیا اور اس دفعہ یہ بد بخت اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوا ،یہ خبر پھیلتے ہی سارے عالم اسلام میں سخت احتجاج ہوا اور 1اپریل 2011ء کومزار شریف افغانستان میں احتجاج کے نتیجے میں 22 مسلمان شہید150 شدید زخمی ہوئے جبکہ اقوام

متحدہ کے 9 کارکنان کو احتجاجیوں نے ردعمل میں قتل کردیا، مگرٹیری جونزاپنے شرانگیز مقاصد کی تکمیل سے باز نہ آیا اور اس نے اگلے سال یعنی 29 اپریل 2012ء کوقرآن مقدس نذر آتش کردیا۔ٹیلی گراف کی ایک خبر کے میں ٹیری جونز کا جو بیان شائع ہوا ہے اس میں اس بد بخت نے حضور □ کی بھی توہین کی ہے[102] حد یہ کہ امریکی حکومت نے ٹیری جونز پر فائر ایکٹ کے تحت صرف 271ڈالریعنی صرف چودہ ہزار ہندوستانی روپیہ کا جرمانہ کیا۔2012ءکے آغاز میں ٹیری جونز نے فلوریڈا میں اپنے چرچ کے سامنے امریکی صدر کا پتلا نذر آتش کرکے دوبارہ میڈیا کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی تاہم ناکامی پر پیغمبر اسلام□ کے حوالے سے شرانگیز فلم کا شوشہ چھوڑ کر دنیا میں آزادی اظہار رائے کے رائج اصولوں کو پامال کرنے کی کوشش کی۔ٹیری جونز نے 14منٹ پر مشتمل اسلام مخالف توہین آمیز فلم کے ٹریلرکو 11ستمبر2012ءکو سماجی ویب سائٹ یوٹیوب پر لوڈ کر کےجاری کیا،جس کے بعد پوری دنیا میں احتجاجی مظاہرے پھوٹ پڑے، یورپی یونین، او آئی سی اور اقوام متحدہ سمیت اقوام عالم کی تمام تنظیموں نے اس عمل کی شدید مذمت کی۔12 ستمبر 2013ء کو ٹیری جونز کو امریکی پولیس نے اس وقت گرفتار کیا جب اس نے قرآن پاک کے کئی سو نسخے جمع کر کے انھیں جلا کرشہید کرنے کا اعلان کیا تھا، ٹیری جونز کی زندگی کے حوالے سے یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ یہ ایک اسلام مخالف کتاب کا مصنف بھی ہے ۔

ٹیری جونز کے مذموم خیالات:

ایرانی ریڈیونے 12 اپریل 2011 ءمیں اس بات کا انکشاف کیا کہ ٹیری جونز اصل میں امریکی انٹیلی جنس

C.I.Aکا آدمی ہے۔بدنام زمانہ امریکی پادری ٹیری جونز نے مسلم دنیا کے علاوہ متعدد امریکی اور عیسائی رہنماؤں کی جانب سے قرآن کی

بے حرمتی کے شرمناک فعل کی مذمت کے باوجود اسلام کی توہین کیلئے اپنے مذموم پروگرام کا اعلان کیا۔ایک امریکی ریڈیو کو انٹرویو دیتے ہوئے ٹیری جونز نے کہا کہ وہ قرآن کی بے حرمتی کے ارتکاب پر قطعاً شرمندہ نہیں ہے، اسے مسلم دنیا کے احتجاج اور مذمت کی بھی پرواہ نہیں اور نہ ہی افغانستان میں اقوام متحدہ کے عملے کے افراد کی ہلاکتوں کے خود کو ذمہ دار سمجھتا ہے، بلکہ اقوام متحدہ کے عملے کے افراد کی ہلاکتوں کا ذمہ دار وہ افغانی مسلمان ہیں، جنہوں نے احتجاج اور اشتعال کے تحت اقوام متحدہ کے عملے کے افراد کو ہلاک کیا ہے۔ٹیری جونز نے مزید کہا کہ امریکہ کے مسلمان امریکی آئین کے بجائے قانون شریعت پر عمل کی بات کرتے ہیں یہ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ انہیں اس ملک میں رہنا ہے تو امریکی آئین کے تحت رہنا ہوگا۔ انہیں شریعت کے قانون کی مذمت کرنا ہوگی اور میں جلدہی امریکی ریاست کے شہر ڈیربورن جاؤں گا جہاں کئی ہزار عرب نژاد مسلمان آباد ہیں اور وہاں ان سے کہوں گا کہ وہ امریکہ کیلئے خطرہ بننے کے بجائےامریکی آئین کی پابندی کریں۔اسلامی طرز فکر شریعت کے قانون اور روایات کو ترک کرکے مفید امریکی شہری بن جائیں۔

سام بسائیل اور اس کے مذموم مقاصد:

یہ ٹیری جونز ہی کی طرح بد بخت اور غلیظ ذہنیت کا حامل شخص ہے ،یہ مذہباً یہودی اور نسلاً امریکی ہے ،اس کے متعلق بعض مغربی صحافیوں کی یہ رائے ہے کہ اس کی براہ راست سرپرستی اسرائیل سے ہو رہی ہے ۔ اس نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے براہ راست رسول اکرم □کو توہین کا نشانہ بنایا ۔اس نے "innocence of muslims"نامی انتہائی غلیظ مواد پر مشتمل ایک فلم بنائی جس میں حضور □پر بے بنیاد الزامات لگائے ۔یہاں تک کہ عفت

و عصمت کے محافظ اور داعی نبیﷺ کی ذات بابر کت کی سیرت مبارک پر حملہ کرتے ہو ئے اپنے چہرے پر کالک ملنے کی کوشش کرتے ہو ئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ العیاذ باللہ نفس پرست تھے . سام بسائل بعض صحافیوں کے نزدیک ایک پر اسرار شخص ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی پر اسراریت اس وقت بڑھ گئی جب وہ جان کے خوف سے روپوش ہو گیا اس لیے کہ اس کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ مسلمان اس معاملے میں آخری حد تک جا سکتے ہیں۔سام بسایئل کا خود کا اعتراف ہے کہ وہ اصل میں اسرائیل کا رہنے والا ہے مگر فی الوقت کیلی فورنیا امریکہ میں رہتا ہے۔ اس نے اس فلم کے لیے ایک سو یہودیوں سے تقریباََ ستائیس کروڑ روپیہ جمع کیے ہیں ،اسرائیل نے اس کی شہریت سے انکار کردیاہے۔ اس لیے کہ بقول اسرائیلی حکام کے ان کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے، دوسری جانب فلم کے رلیز ہونے کے بعد سب سے زیادہ حیرت امریکی بالی ووڈ کو ہوئی اس لیے کہ یہ شخص ان کے ہاں بھی رجسٹر نہیں ہے اور نہ ہی اس نام کے شخص سے بالی ووڈ فیملی واقف ہے . سٹیو کلین نامی شخص (جس کا فلم میں بھی ایک کردار ہے)کا دعویٰ ہے کہ سام اسرائیلی ہے نہ یہودی بلکہ وہ مشکوک شخص ہے ۔جو مختلف ناموں پر(جاسوسوں کی طرح)کام کرتا ہے ۔پھر سب سے بڑی بات یہ کہ فلم میں شامل 80 کے قریب افراد نے سام پر انھیں گمراہ کرنے کا الزام عائد کیا ہے ۔فلم پر مسلم دنیا کی جانب سے سخت ردعمل آنے کے بعد یہ سبھی لوگ خوف و دہشت میں مبتلا ہیں اور اسی لیے بقول کلین وہ اپنی بندوق سمیت رات کو سو جاتا ہے .

سام نے فلم بنا کر ٹیری جونز کے ساتھ اس کو جاری کر کے یہ سمجھ لیا تھا کہ انھیں فلم کے رلیز ہوتے ہی نہ صرف کروڑوں ڈالر ملیں گے بلکہ ان کی عزت میں بھی اضافہ ہوگا اوراسلام

بھی بدنام ہوگا، مگر ان ملعونوں کی ساری کوششیں اس وقت رائیگاں ہوگئیں جب خود مغرب میں اس فلم کے خلاف آوازیں اُٹھنے لگیں۔ عالم اسلام میں احتجاج اس قدر شدید رخ اختیار کر گیا کہ لیبیا کے شہر بن غازی میں امریکی قونصل خانے پر راکٹ حملے میں امریکی سفیر کرسٹوفر سٹیونز اور تین دوسرے سفارتی اہلکار ہلاک ہو گئے۔ مظاہرین نے سفارت خانے کی عمارت کو آگ لگا دی جبکہ اس موقع پر ہوائی فائرنگ بھی کی گئی، بتایا گیا ہے کہ حملے کے دوران امریکی سفیر حملے کی اطلاع ملنے کے بعد سفارتخانے کو خالی کرانے کیلئے وہاں گیا ،اور راکٹوں کے دھوئیں سے دم گھٹنے سے ہلاک ہو۔

عالمی احتجاجی لہر:

براعظم ایشیا میں واقع مسلم ممالک پاکستان، بنگلہ دیش سے افریقی ممالک مصر، سوڈان تک امریکہ میں بنی توہین آمیزاور دل آزارفلم کے خلاف سخت احتجاج اور پُرتشدد مظاہروں میں سات افراد شہید اور بیسیوں زخمی ہو گئے ۔لبنان کے شمالی شہر طرابلس میں فلم ''مسلمانوں کی معصومیت'' کے خلاف احتجاج کرنے والے مظاہرین اور پولیس کے درمیان جھڑپیں ہوئی جن میں ایک شخص شہیداور پچیس زخمی ہو گئے۔ لبنانی مظاہرین نے طرابلس میں امریکی فاسٹ فوڈ چین کے ایف سی کے ریستوراں کو نذر آتش کر دیا ۔ادھر افریقی ملک سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں امریکا میں بنی فلم کے خلاف احتجاج کرنے والے ہزاروں افراد نے جرمنی اور امریکا کے سفارت خانوں پر دھاوا بول دیا اور امریکی سفارت خانے کے باہر مظاہرین اور پولیس کے درمیان جھڑپوں میں ایک شخص شہید اور متعدد زخمی ہوگئے۔مشتعل سوڈانیوں نے جرمن سفارت خانے کی عمارت پر ایک اسلامی پرچم لہرا دیا۔انھوں نے عمارت کے اندر گھس کر کھڑکیوں کے

شیشے توڑ دیے اور مرکزی دروازے کے باہر آگ لگا دی،پولیس نے ،امریکی، جرمنی اور برطانوی سفارت خانوں کے باہر مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے اشک آور گیس کے گولے پھینکے لیکن اس کے باوجود وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے اور انھوں نے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں صرف امریکا کے خلاف توہین آمیز فلم پر احتجاجی مظاہرے ہوئے جبکہ سوڈان پہلا ملک ہے جہاں یورپی ممالک کے سفارتی مشنوں کے باہر مظاہرے کیے گئے اور ان کو نشانہ بنایا گیا ہے۔مصر، تیونس، یمن اور پاکستان میں بھی پُرتشدد مظاہرے ہوئے، مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں امریکی سفارت خانے کے نزدیک واقع تحریر چوک میں مظاہرین کی سکیورٹی فورسز کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں جبکہ اسلام آباد میں اسلام مخالف فلم کے خلاف احتجاج کے لیے مختلف جماعتوں نے الگ الگ مظاہرے کیے ۔مظاہرین نے پاکستانی دارالحکومت کے انتہائی سکیورٹی والے علاقے میں واقع امریکی سفارت خانے کی جانب جانے کی کوشش کی تو پولیس نے لاٹھی چارج کرکے انھیں امریکی سفارت خانے کی جانب جانے سے روک دیا اور انھیں منتشر کردیا۔نماز جمعہ کے بعد یمن ،بنگلہ دیش ،ایران ،عراق ،کویت اور تیونس میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ مصر کی سب سے طاقتور سیاسی برسر اقتدار اسلامی جماعت اخوان المسلمون نے پہلے ملک بھر میں دل آزار فلم کے خلاف احتجاجی مظاہروں کی اپیل کی تھی لیکن بعد میں اس نے یہ اپیل واپس لے لی اور اس کا کہنا تھا کہ اس کے کارکنان تحریر چوک میں علامتی طور پر مظاہرے میں شریک ہوں گے۔جماعت کے سیکرٹری جنرل احمد حسین نے ایک بیان میں کہا کہ "گذشتہ دو روز کے دوران رونما ہونے والے واقعات کے پیش نظر اخوان المسلمون نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ آزادی چوک میں علامتی احتجاج میں حصہ لے گی تاکہ املاک کا کوئی نقصان نہ ہو اور ماضی کی طرح کوئی زخمی یا ہلاک بھی نہ ہو۔لیکن سلفی

جماعتوں سمیت دوسرے متعدد گروپوں اور تنظیموں نے نماز جمعہ کے بعد تحریر چوک میں توہین آمیز فلم کے خلاف احتجاج کے لیے پُرامن ملین مارچ کی اپیل کی تھی۔

عالم اسلام میں امریکہ میں بنی اسلام مخالف فلم کے خلاف پُرتشدد مظاہروں کا سلسلہ کافی[107]دنوں تک جاری رہا، مصر ،یمن اور لیبیا میں امریکا کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں پر حملے کیے گئے ،جیسا کہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ لیبیا کے دوسرے بڑے شہر بن غازی میں مشتعل مظاہرین کے تباہ کن حملے میں امریکی سفیر اور سفارتی عملے کے تین اہلکار ہلاک ہوگئے تھے۔ یمن کے دار الحکومت صنعا میں احتجاجی مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے پولیس نے فائرنگ کردی تھی جس کے نتیجے میں چار افرادشہید ہو ئے تھے ۔اس کے علاوہ ساری دنیا نے اس فلم کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہو ئے ملعون سام اور ٹیری جونز کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کیا، جس کو امریکی حکومت نے یہ کہہ کرانکار کر دیا کہ ان کے ملک میں اظہار رائے کی قانونی آزادی ہے لہذا وہ قانون کے رو سے ان کے خلاف کاروائی نہیں کر سکتے ہیں جس پر عالم اسلام میں شدید غم و غصے کا اظہار کیا گیا

مغرب کا عذراورتضاد:

فلم کے یو ٹیوب پر جاری ہو نے کے بعد مغربی حکومتوں نے ایک عذر پیش کرتے ہو ئے ان کے خلاف کاروائی کرنے سے صاف انکار کردیا کہ ہمارا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا ہے لہذا ہم کسی بھی ایسے شخص کے خلاف کاروائی نہیں کریں گے جس نے حضور □ کی شان میں گستاخی کی ہے ۔دوسری طرف اس دعوے کا تضاد ملاحظہ

فرمائیں2011ء میں ٹورنٹو کے پولیس آفسر" مائیکل سانگو انتی" نے عورتوں کو رنڈیوں جیسا لباس پہننے سے پرہیز کرنے کا مشورہ اس لیے دیا تھا کہ اسے عورتوں پر حملے زیادہ ہوتے ہیں اور وہ زنا بالجبر کی شکار ہو جاتی ہیں ۔بس پولیس والے کا یہ کہنا تھا کہ پورے ٹورانٹو کی عورتیں سڑکوں پر نکل آئیں کچھ نے[408] آدھے کپڑے پہنے ، کچھ نے اپنے پچھواڑے دکھائے اور کچھ نے چھاتیاں ، کچھ نے تو سب کچھ ہی اتار دیاتھا ۔ آخر کار اس پولیس آفیسر کو معافی مانگنی پڑی ۔ پورے شہر سے ایک بھی شخص کھڑا نہیں ہوا کہ یہ تو " آزادئ اظہار ِرائے" کا حق ہے تو یہ شخص معافی کیوں مانگے گا ؟اس واقع سے چھ دن پہلے بھی ایک ایسی ہی کہانی سامنے آئی کہ" راب فورڈ "جو ٹورانٹو کے مئیر ہیں انکی بھتیجی نے اپنے ٹوئٹر کے اکاؤنٹ پر لکھ دیا کہ کہ عورتوں کو چاہیے کہ ''رنڈیوں کی طرح کپڑے نہ پہنیں'' اس پر بھی پورے میڈیا میں ہنگامہ برپا ہو گیا ، اور سخت احتجاج اور عوامی ردعمل کے نتیجے میں آخر کار کرسٹا فورڈ کو بھی یہ بات کہنے پر معافی مانگنی پڑی ۔ اور کوئی ایک شخص ایسا نہیں تھا جو "مس کرسٹا فورڈ "سے یہ کہتا کہ یہ آپکا آزادئ اظہار رائے کا حق ہے آپ کیوں معافی مانگتی ہیں ؟ عراقی خاتون لیلیٰ العطار[48] کے بارے میں بھی جان لیں جسکے گھر پر امریکی آرمی نے اس وجہ سے میزائیل ماردیا کیونکہ اس نے ایک ہوٹل کے دروازے پر جارج ڈبلیو بش (سئنیر) کی تصویر بنائی تھی جس کو آنے والے لوگ اپنے پاؤں تلے روند کر اندر جاتے تھے،اب ایسے گٹھیا ، انتہا پسند اور دہشت گردلوگ مسلمانوں

[48]لیلیٰ العطار نامی عراقی خاتون نے بغداد کے ایک ہوٹل کے سامنے جارج بش اول کا کارٹون بنایا اور ہوٹل میں آنے والا ہر فرد اس کارٹون پر پاؤں رکھ کر گزرتا تھا مگر امریکا سے اپنے صدر کی توہین برداشت نہ ہوئی اور کارٹون بنانے کی پاداش میں اس عراقی خاتون کو خاندان سمیت میزائلوں سے نشانہ بنا کر نہ صرف شہید کر دیا گیا بلکہ گھر کو بھی کھنڈر بنا دیا۔

کواحتجاج کرنے کا درس دینے بیٹھ جائیں تو اسکو دوغلے پن کے سوا کیاکہا جاسکتا ہے ۔

امریکیوں کے ناپاک عزائم:

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ[108]ہم موجودہ امریکیوں کے ان بیانات کو بھول چکے ہیں جو انھوں نے اس مفروضے کو قائم کر کے دئے تھے کہ اگر امریکہ پر حملہ کیا جاتا ہے توہمیں مسلمانوں کے مقدس شہر" مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ"پر حملہ کرنا چاہیے،کانگریس رپبلکن رکن ٹانکریڈو نے میڈیا میں آن ریکارڈ یہ بیان دیا تھا کہ ہمیں امریکہ پر حملے کی صورت میں مکہ اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہیے، اور تو اور خود موجودہ امریکی صدر بارک اوباما نے بحثیتِ سینٹر (senator)بھی اسی گندھی ذہنیت کا اظہار کیا تھا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس ملک کے اتنے بڑے ذمہ دار کے خیالات ایسے ناپاک ہوں گے اس ملک کے ٹیری جونز اور سام جیسے ملعونوں کی ذہنیت کس قدر غلیظ اور نجس ہو گی ،لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ مفروضوں پر اپنا دل بہلانے کے بجائے آنکھیں کھول کر حقائق جاننے کی کوشش کریں ۔امریکیوں کے ناپاک عزائم دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ خود اپنے خیالات اور کردار کے اعتبار اسرائیل کے باپ ہیں ،امریکہ سے کسی خیر کی امید رکھنے کی حماقت کرنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ عالم اسلام خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجائے اس لیے کہ آج کی دنیا میں وہ شخص کبھی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا ہے جو خود اپنی حفاظت آپ کرنے کے اصولوں کا پابند نہ ہو ۔

اصل ذمہ دار کون؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ساری صورتحال کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ امریکی صدر جس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی بات کی تھی یاوہ ٹیری جونز اور سام بسائل جس نے قرآن مقدس جلا کر شہید کیااور توہین نبی کرنے پر کسی شرمندگی کا مظاہرہ کرنے کے برعکس مکے لہرا کر ساری دنیا کے مسلمانوں کو للکاراہے؟؟؟اس سوال کا جواب بہت سیدھا ہے اور وہ یہ کہ ٹیری جونز ہو یا سام بسائل یہ چھوٹے چھوٹے وحشی درندے صرف اور صرف بڑے درندوں کی درندگی سے جرات پاکر ہی ایسی بد بختانہ اور قابل نفرت سیاہ کاریاںانجام دیتے ہیں۔یہ امریکی حکمرانوں اور ان کے جرنیلوں کے ناپاک عزائم کا ہی نتیجہ ہے کہ ان کے ماتحت کبھی جیلوں میں اور کبھی گرجا گھروں میں قرآن مقدس کی توہین کرتےپھرتے ہیں ،یہ بات اب پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امریکی فوج میں دورانِ تربیت یہ بات فوجیوں کے ذہن میں بٹھا دی جاتی ہے کہ امریکہ کا اصل دشمن مسلمان ہے حالانکہ مسلمان کسی رنگ ،ملک یا قوم کا دشمن نہیں بلکہ ہماری ساری نفرت اور دشمنی صرف اور صرف شیطان ،اس کے پیروکاروں اور حمایتیوں سے ہے اور اس بات میں دو رائے نہیں ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل اسی شیطان کے پروردہ ممالک ہیں ،لہذا ہمارے اور ان کے درمیان نفرت پیدا ہوجانا ایک فطری عمل ہے ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نفرت کی ابتدا کس نے کی اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ سویت یونین کے خاتمے کے بعد امریکہ مسلمانوں کے

ابھرتے ہو ئے جہادی سوچ سے پریشان ہوگیا اور اس نے مسلمانوں کو افغانستان میں ایک ہاتھ سے مدد پہنچائی تو دوسرے ہاتھ سے خانہ جنگی کا فارمولہ بھی اپنے ایجنٹوں کو تھمادیا ۔یہ وہی امریکہ ہے جس نے ساری دنیا کی اسلامی تحریکات[49] کا راستہ روکنے کے لیے ہر ملک میں ان کےسخت ترین مخالفین کی مدد کرتے ہو ئے انھیں تباہ و برباد کرنے کی بھرپور کوشش کی لہذا یہ سمجھنا کہ” گلوبلائزیشن اور نیو ورلڈ آرڈر کی داعی امریکی حکومت“ اس توہینی مہم کا حصہ نہیں ہے احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہوگا ،امریکہ مسلمانوں کا عیاں دشمن ہے اس لیے کہ اس کی ساری پالیسی نہ صرف انسان کش اور خلاف فطرت ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کا اپنے پالیسیوں کے حوالے سے بدترین دشمن بھی ہے ۔

[49]اس کی تازہ مثال مصرکی اخوان المسلمون کا قتلِ عام اور السیسی کے امن کش اقدامات پر امریکی خاموشی ہے

چوتھاباب

اقدام سے عاری عالم اسلام

عالم اسلام یوں تو ایک بہت بڑا نام ہے آبادی ،اوطان،حکمران،افواج،علماء،ماہرین تعلیم و عسکریت ،لیڈران ،دانشوران ،قدرتی وسائل سے مالا مال اور جذبوں سے بھر پورہو نے کے لحاظ سے۔مگر در حقیقت یہ حدیث رسول کا وہ حقیقی نمونہ ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کی تعداد بہت زیادہ ہونے کے باوجودآپ کی حیثیت سمندر کے اس جھاگ کی سی ہو گی جس میں کوئی حقیقی وزن نہیں ہوتا ہے اور سمندر کا پانی اس کے ساتھ من چاہے انداز میں کھیلتا رہتا ہے ،آپ کا ارشاد مبارک ہے :‘‘یوشک أن تداعی علیکم الأمم کما تداعی الأکلة علی قصعتہا‘‘ قالوا: أمن قلة نحن یومئذٍ یا رسول اللہ؟ قال: ’’بل اَنتم یومئذٍ کثیر، ولکنکم غثاءکغثاءالسیل، ولینزعن اللہ المھابة من صدور أعدائکم، ولیقذفن فی قلوبکم الوھن’’ قالوا: وما الوھن یا رسول اللہ؟ قال:‘‘حب الدنیا وکراھیة الموت ’’ **قریب ہے کہ دُنیا کی قومیں تم پر یوں ٹوٹ پڑیں جیسے بھوکے کھانے کے تھال پر ٹوٹ پڑتے ہیں“ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا اس لئے کہ تب ہم بہت تھوڑے ہوں گے؟ فرمایا ”نہیں نہیں! اس روز تعداد میں تو تم بہت زیادہ ہوں گے،مگرتم اس خس وخاشاک کی طرح ہو گےجوسیلاب (کی سطح) پر ہوا کرتا ہے۔ خدا تمہارے دشمنوں کے سینوں سےتمہارا خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وَھَن ڈال**

دے گا صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ وَهَن کیا ہوگا؟ فرمایا: "دُنیا سے محبت اور موت سےنفرت[50].

بنیادی کمزوری:

ہم دن رات اللہ تعالیٰ کا شکر جناب رسول اکرم کی اُمت میں پیدا کیے جانے پر شکر بجالائیں تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا اس لیے کہ اس مہربان پیغمبر نے اُمت کو اندھیرے میں نہیں رکھا ہے ۔شاید ہی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہو جس کا اس برگزیدہ پیغمبر نے چودہ سو سال قبل حل نہ پیش کیا ہو یہ بات صاف کر دی گئی کہ اُمت اپنی محکومی اور ذلت کی آپ ذمہ دار ہو گی اس لیے کہ خدا کا وعدہ ہے :

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُون"

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمیں میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہو ئے لوگوں کو بنا چکا ہے ،اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور اُن کی موجودہ حالت خوف کو امن سے بدل دے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو ا س کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ

---

[50] مسند الامام احمد بن حنبل:جلد:5،صفحہ نمبر:278،حدیث نمبر: 22450

فاسق ہیں [51]۔گو ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جب بھی ہم میں کسی طرح کے زوال کے آثار نمایاں ہوجائیں گے تو اس کا سیدھا سامطلب یہ ہوگا کہ ہم میں دو چیزوں کی شدید کمی پیدا ہو چکی ہوگی ایک ایمان دوم نیک اعمالِ صالحات کی کمی ۔جس کی پوری تفصیل قرآن و حدیث میں موجود ہے 114 لہذاہمیں تاویلات کے ذریعے حقائق سے منہ پھیرنے کے برعکس ہر سطح پرکڑاانفرادی اور اجتماعی محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں ؟اور ہماری ذلت و خواری کے اسباب کیا ہیں ؟ہمارے دین ،قرآن،شعائر اور سب سے بڑھ کر نبی پاک ﷺ کی اعلانیہ توہین کیوں کی جارہی ہے ؟ہم اس میں کس حد تک خود ملوث ہیں اورکون سے وہ اسباب ہیں جو غیروں کو اس افسوسناک مہم چھیڑنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں ؟ہمیں ماضی کے زبانی جمع خرچ کے افسوسناک رویے سے باز آجانا چاہیے اور اس خدشے سے بچنا چاہئے کہ غیر ہمیں مٹانے آئیں گے،نہیں بالکل نہیں ان کا پاگل پن اپنی جگہ مگرہمیں آپ اپنے ہاتھوں مٹ جانے اور تباہ ہونے کا انتظار کرنا چاہئے اس لیے کہ ہمارے اعمال اتنے قبیح اور مکروہ ہیں کہ فطرت ہم جیسی دوغلی اورمتضاد اُمت کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکتی ہے ۔

عراق،افغانستان،شام،فلسطین ،چیچنیا،فلپائین،برما،پاکستان ،ہندوستان اور کشمیر میں ہماری حالت کتنی خراب ہے کا اس سے پہلے کبھی فلق و فرش کی آنکھ نے مشاہدہ نہیں کیا ہوگا!!!روز ہمارے بچے مارے جاتے ہیں ،ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزتیں لوٹ لی جاتی ہیں،روزہمارے بزرگوں کو سرِ راہ بے عزت کیا جاتا ہے،روزانہ ہمارے گھروں اور مساجد کو شہید کیا جاتا ہے اور تو اور اب صورتحال یہ ہے کہ مسلمان خود مسلمان کو مختلف ناموں پر مارتا ہوا نظر آتے ہیں،

---

[51] سورۃ النورآیت نمبر:55

عراق اور پاکستان اس المناک صورتحال سے بری طرح متاثر نظر آتے ہیں اور جو لوگ اس کو روک سکتے ہیں اور جن میں روکنے کی صلاحیت موجود ہے وہ سرسری کوشش کرتے ہو ئے بھی نظر نہیں آتے ہیں ۔مذہبی لوگ فرقہ وارانہ اورمسلکی تشدد بھڑ کاتے وقت اس جانب کبھی بھی توجہ نہیں کرتے ہیں۔ پھر جب چہار سو آگ بھڑ ک اُٹھتی ہے تو وہ چند سیمنار اور ان میں قراردادیں پاس کرتے ہیں حالانکہ یہ اس مرض کا علاج نہیں ہے

فرقہ بندی اور تنظیم پرستی :

ایک افسوسناک حال یہ بھی ہے کہ اُمت مکمل طور پر فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوچکی ہےاور اس کی تمام تر ذمہ داری مذہبی لوگوں پر ہی عائد ہوتی ہے اس لیے کہ اسلام کے نام پر جماعتیں بنانے کے لیے یہی لوگ سبقت کرتے ہیں ۔اور اپنے اس عمل کا نام بھی یہ لوگ" خدمتِ اسلام "ہی رکھتے ہیں حالانکہ بسااوقات نتائج کے اعتبار سے اس کام سے مدد باطل قوتوں کو حاصل ہو جاتی ہے ،جماعتیں فی نفسہٖ تشکیل دینا گناہ نہیں مگر اس کے نتیجے میں ایک صورتحال تقسیم اُمت کی پیدا ہو چکی ہےجو اثرات کے اعتبار سے بالکل ویسا ہی ہے ۔جیسا کہ ایک سلطنت کے پچاس سے بھی زیادہ ٹکڑے ہوجانےکے نتیجے میں پیدا ہو جاتی ہے ،پھر افسوس یہ کہ مذہبی لوگ اس صورتحال کے سبھی پہلوؤں سے واقف ہوتے ہیں اور انھیں اس بات کا گہرا علم ہوتا ہے کہ تقسیم امت کی جانب اٹھنے والا قدم کس قدر منحوس اور مہلک ہوتا ہے وہ جتنا زور تنظیم سازی پر لگا دیتے ہیں اتنی قوت وہ وحدت اُمت پر صرف نہیں کرتے ہیں اور اب اس کا سب سے منحوس چہرہ یہ سامنے آچکا ہے کہ ہر دیندار اپنے سوا ہرمسلمان کو گمراہ خیال کرتا ہے ،اور حد یہ کہ فکری اختلافات (جس

کے اسباب عیاں اور امکانات واضح ہیں)کو لیکر ایسی دشمنی پیدا کی جا چکی ہے کہ جس طرح دو سانپ ایک بل میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے ہیں بالکل اسی طرح مختلف مکاتبِ فکریا تنظیموں سے وابستہ مسلمان کبھی بھی ایک جگہ مل بیٹھ نہیں سکتے ہیں حتیٰ کہ ایک مسجد میں نماز پڑھنا اتنا ناممکن ہو چکا ہے جتنا[116] سُوئی کےناکےسے اونٹ کا نکلنا مشکل ہے۔

اس وقت دنیا میں پچاس سے زیادہ مسلم ممالک ہیں اور ان کی بین الاقوامی تنظیم اُو،آئی،سی کئی دہایاں پہلے وجود میں آچکی ہے مگر ان کی حیثیت ایسی ہے گویاکہ ان ممالک کا کوئی وجود ہی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کی کوئی تنظیم ہے ،نہ ان ممالک کی کوئی انفرادی حیثیت ہے اور نہ ہی کوئی اجتماعی وجود !یہ گویا بادشاہوں کے چھوٹے چھوٹے راجواڑے ہیں ۔جن کی سانسیں تبھی چلتی ہیں جب بادشاہ حکم دے ۔مسلم ممالک کہنے کو تو پچاس ممالک ہیں مگر ان پر مغربی طاقتوں نے اپنی گرفت اتنی مضبوط قائم کی ہے کہ یہ خدا کو ناراض کرنا گوارا کر لیں گے مگر مغربی اور یہودی آقاؤں کو ناخوش کرنا انھیں کبھی بھی گوارا نہیں ہوگا ۔ ان کے ہاں داخلہ اور خارجہ پالیسی کا سارا دار و مدار امریکی حکام کی خوشنودی پر ہوتا ہے۔ بعض ممالک میں حالت اتنی خراب ہے کہ انھیں جہاں مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے وہیں ان کے ظاہر و باطن سے اسلامی شریعت کے حوالے سے سخت تنفر دکھائی دیتا ہے اور جو ان پر اس مناسبت سے تنقید کریں یہ اسی کے بدترین دشمن بن جاتے ہیں اور پھر اس کے جان اور مال کے ساتھ کھلواڑ سے بھی نہیں شرماتے ہیں۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نےان مسلم ممالک اور ان کے حکمرانوں کے متعلق بہت خوب نفسیاتی تجزیہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں‘‘حیرت کی بات یہ کہ عالم اسلام 1923ءکے بعد انتہائی بے بسی اور کسمپرسی کے دور سے گذررہا ہے

اگر چہ اس سے قبل اس کی حالت کوئی زیادہ اچھی نہیں تھی مگر 1923ءمیں گویا اس کے بخت کا ستارہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا ہو ۔عالم اسلام میں اگر چہ عرب ممالک کی تعداد زیادہ ہے اور اسلام کے عربی زبان میں نازل ہو نے اور سر زمین عرب کے اولین مسکن کی وجہ سے مسلم دنیا کی بڑی آبادی عرب ممالک میں ہی آباد ہے مگر حق بات یہ

ہے کہ یہ صرف آبادی ہے جس کی گنتی تو کروڑوں تک پہنچی ہو ئی ہے مگر عملی دنیا میں اس کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی ہے’’۔

عربوں کی غیرت کے لیے بہت بڑا چیلنج فلسطین کی سرزمین پر اسرائیلی قبضہ ہے ۔جو گذشتہ چھے دہائیوں میں ناقابل بیان مظالم کے ذریعے فلسطین پر قابض ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اس کے حوصلے اس قدر بلند ہیں کہ وہ ساری عرب دنیا کی کھلے عام تذلیل کرتا ہے ۔مگر کسی عرب حاکم یا لیڈر میں ہمت نہیں ہے کہ وہ اسرائیلی دہشت گردی کو چیلنج کرتے ہو ئے ان کے دانت کھٹے کردیں ،سوائے حماس کے!!!عرب حکمران گذشتہ چھے دہائیوں سے فلسطینیوں کے جنازے اُٹھتے ہو ئے دیکھتے ہیں،مگر ان کی زبانیں گنگ اوربزدلی کی وجہ سے دل تنگ ہیں ۔وہ حاتم کی قبر پر لات مارتے ہوئےزیادہ سے زیادہ قراردادایں پاس کرتے ہیں۔ جن میں اسرائیل سے فلسطینیوں کے حقوق بحال کرنے کی احمقانہ "گذارشات بصورتِ سفارشات"کی التجائیں ہی نظر آتی ہیں اور اسرائیل ان مذمتی قراردادوں کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہو ئے مسلسل یہودیوں کے لیے عربوں کی زمینوں پرنئی نئی کالونیاںتعمیر کرتا ہے۔

عالم اسلام کی بے بسی :

اس قابل رحم حالت اور ناقابل یقین بے بسی کے اسباب بہت زیادہ ہیں جو خود ایک کتاب کا موضوع ہے مگر یہاں یہ کہے بغیر آگے بڑھنا

مشکل ہے کہ اس کی بنیادی وجہ عالم اسلام کا وہ نفاق ہے جو اس کے حکمران اور بالادست طبقے میں سرایت کر چکا ہے ۔اور وہ طبقہ کبھی بھی اس مہلک مرض کی جانب توجہ دینا گوارا نہیں کرتا ہے۔ حیرت یہ کہ وہ طبقہ اپنے اس مرض کو نئی نئی بدصورت منافقانہ اصطلاحات کے ذریعےچھپانے کی کوشش میں کامیاب نظر آتا ہے۔ بد صورت اس لیے کہ وہ اپنی ذات میں سراپا بد صورت ہوتی ہیں ،مگر عوام انھیں حسین سمجھ کر ان کی گندگی کا ادراک نہیں کر پاتی ہے،اور یہ نفاق کی وہ بدترین وحشت ناک شکل ہےجس کے نتیجے میں وہ اسلام کے نظام سے بعُداور فراراختیار کرتے ہیں ۔ اسی پر بس نہیں بلکہ وہ غیر اسلامی نظریوں سیکولرازم ، سوشل ازم،کیپٹل ازم،نیشنل ازم ،گلوبلائزیشن اور نیوورلڈ آرڈر سے جنون کی حد تک عشق و محبت کرتے ہیں ---- یہ وہ اصل مسئلہ ہے جس نے سب سے پہلے عالم اسلام کی پہچان اور شناخت مٹادی اور اس کے بعد اُمت مسلمہ کفر و اسلام کے مابین معلق ہو کر رہ گئی ،نتیجتاًاُمت اسلام پسند اور لبرل دو طبقوں میں تقسیم ہو چکی ہےحالانکہ یہ لبرل ازم کے نام پر بالکل وہی منحوس کام انجام دیتے ہیں جو کئی سو سال قبل اکبر بادشاہ نے دین الہٰی کے نام پر انجام دیا تھا۔ پرانے دین بیزاروں کی خوبی یہ تھی کہ وہ فکری ارتداد کے شکار ہو کر اس پر اعلاناَ عمل کرتے تھے جب کہ اس کے برعکس آج کے لبرل دین بیزار بزدل اور بے غیرت ہیں ،جو لبرل ازم کے نام پر اللہ ،اس کے رسول اور اُمت محمدیہ ﷺکو دھوکہ دیتے ہیں ۔

حکومت میں وہ صلاحیت موجود ہوتی ہے جس سے نہ صرف ایک نظام اپنی اصل حالت میں باقی رہ پاتا ہے بلکہ اس کے ذریعے اس کی دعوتی سرگرمیوں کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے ۔آج ساری دنیا میں حالت یہ ہے کہ اسلام اپنے تمام تر حسن وجمال کے ساتھ کہیں بھی غالب نہیں ہے ،حالانکہ مسلم دنیا کے پچاس

سے زیادہ ممالک کی بنیاد وں میں اسلام داخل ہے ،مگر منافقانہ روش کے حامل حکمرانوں نے عیش و عشرت کو مقصد حیات سمجھ کر مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے ان مسلم ممالک میں سے اسلام کو ہی نکال باہر کیا ہے ۔مختلف ناموں پر اسلام کی صحیح اور کامل ترجمانی کرنے والی تحریکات کے خلاف پروپیگنڈے کے ہتھیار کے ذریعے "قانونی اور جائز راستے"تک مسدود کردیے جاتے ہیں ،انھیں بدنام کر کےحکومتی طاقت کے بل پرخلاف قانون قرار دیکر دبا دیا جاتا ہے[52] اور اس سارے کےبدلے مغرب بالعموم اور اسرائیل بالخصوص انھیں بین الاقوامی سپورٹ کے علاوہ ڈالروں کی چمک دمک کے ساتھ ساتھ خوبصورت تربیت یافتہ نوجوان لڑکیوں سے بھی نوازتا ہے اور اس ایمان شکن ہتھیار نے سارے عالم اسلام کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا ہے ۔

حکومت کے بعد سب سے اہم طبقہ دانشوروں کا آتا ہے جو اپنی قلمی اور علمی خدمات کے ذریعے قوموں کے ذہن و ضمیر کو "من پسند رُخ "کی جانب موڑ دیتا ہے ،یہودیوں کی عالمی حکومت کے نقش راہ اورخفیہ دستاویز **"The** PROTOCOLS of the learned elders of ZION’’ [53]کا اگر یقین کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جہاں حکمرانوں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لیے یہودی تمام تر حربے استعمال کرتے ہیں وہیں دوسرے نمبر پر ان کی ترجیح غیر یہودی دانشوروں کو اپنی گرفت میں لاکر غیر یہودی سماج کو تقسیم در تقسیم کے تکلیف دہ مراحل سے گذار تے ہو ئے ان کی قلمی خدمات

---

[52] جس طرح مصر میں ڈاکٹر محمد مرسی کی حکومت گرانے کے بعد عالم عربی بالخصوص سعودی عربیہ نے اخوان المسلمون کو مارچ **2014**ء میں دہشت گرد تنظیم قرار دیدیا

[53] World conquest through world GOVERNMENT THE PROTOCOLS OF THE LEARNED ELDERS OF ZION
(گریٹر اسرائیل کے عالمی صیہونی منصوبے کی خفیہ دستاویز)

سے اس شیطانی ایجنڈے کو انسانی ضرورت کے طور پر پیش کرتے ہو ئے تباہ و برباد کرنا ہوتا ہے ۔آج مسلم اُمت کی حالت انتہائی قابل رحم ہے اس لیے کہ اس کا ذہین دماغ تقسیم ہے اور وہ عملی میدان میں اسلام کے بجائے غلبہ کفر کے لیے استعمال ہو رہا ہے ۔ہماری ذہانت اوردماغ دو قسم کے دانشوروں میں منقسم ہے ایک علومِ رسمیہ کے دانشوروں کے پاس اور دوسرا مذہبی علوم کے ماہرین کے پاس ۔دونوں کے سوچنے اور کام کرنے کا انداز نہ صرف مختلف ہے بلکہ متضاد بھی ہے۔ بسااوقات ایک دوسرے سے تصادم کی صورت بھی پیدا ہوتی ہے حالانکہ یہ تقسیم غیر فطری اور غیر اسلامی ہے۔اسلام علوم کی بنیاد پر مسلم اُمہ کے تقسیم کا قائل نہیں ہے مگر بدقسمتی سے ہماری تقسیم کی تاریخ بھی عیسائیوں سے مختلف نہیں ہے جہاں علوم جدیدہ کے انکار کی وجہ سے لکھے پڑھے لوگوں کو مذہب سے ہی نفرت پیدا ہو گئی اور مغرب میں مذہب کے خلاف ایک تحریک چل پڑی جس کے نتیجے میں طاقتور غیر مذہبی طبقے نے عوامی قوت کو اپنے ساتھ ملا کر مذہب کو ہمیشہ کے لیے گرجا گھر میں قید کر کے اس سے باہر ساری دنیا اور اس میں رہنے والے لوگوں کی آزادی کا اعلان کردیا ۔المیہ یہ کہ مغربی علوم کی ترقی اس المناک اور تصادم والی کیفیت اور رجحان کے ساتھ ہوئی اور اس نے ہر علاقے اور معاشرے کے لوگوں میں مذہب کو زیر نگین رکھنے کی دعوت دیدی اور یہی مغربی نسخہ ان علوم کے عاشقوں نے عرب اور مسلم دُنیا میں بھی استعمال کرکے خود اُمت کو ہی تقسیم کردیا ۔مسلمان نوجوانوں نے مغربی علوم حاصل کر کے جب تعلیمی اداروں سے باہرقدم رکھا تو انھوں نے بھی مذہب کو طلاق دینے کی مغربی روایت پر عمل کرتے ہو ئے ہر جگہ نئے نئے فتنے برپا کردیے اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات گھر کرچکی تھی کہ تمام اشرار و فتن کی جڑ مذہب ہے۔ اس فتنے کی ابتداترکی سے ہوئی اور پھر اس سیلابِ بلا خیز نے سارے عالم اسلام کی درودیوار کو"

فکری طورپر"ڈھانے میں جو رول ادا کیا کسی چنگیز اور ہلاکو خان کی فوجوں سے ممکن نہیں ہو سکا تھا۔

آستین کے سانپ اوریہودیوں کے غلام:

اس سیلاب کے پہلے[121]ہی ریلے نے علما ءاور سیاست کودو الگ الگ خانوں میں تقسیم کردیا ہےاور انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اقتدار کی کرسی پردورِ حاضر کے "اکبر بادشاہ"کے جانشینوں کو بٹھا کر اسلام کے روشن چہرے پر دنیا بھر کی دھول ڈالنے کے لیے سرتوڑ کوششیں شروع کردیں اوراس اسلام کش فساد کو "جہاد فی الاسلام"سمجھ بیٹھے ۔نتیجے کے طور پر اس "فساد فی الارض "کی تلوار کی پہلی ضرب علماءدین اور اسلامی تحریکات پر پڑنے لگی جس نے کم و بیش اُمت مسلمہ کے دوسو سال برباد کردیے اور مغرب اب تک عالم اسلام پر سوار رہنے کے لیے اسی لاغر اور کمزور گھوڑے کو استعمال کر رہا ہے۔ جو بلاشبہ کبھی چنگیز اور ہلاکو کی فوجوں سے زیادہ خونخوار اور کمینہ ثابت ہوا تھا اس لیے کہ اس کی زبان،الفاظ،کلمات،اصطلاحات،مزاج ،طبعیت،رہن سہن ،نشست وبرخواست،تہذیب و تمدن اور سب سے بڑھکر مذہب و اعتقاد بظاہر مسلمانوں جیسا ہی تھا ۔مسلمانوں کے لیے دونوں کے بیچ باریک فرق کو سمجھنا دشوار ثابت ہو رہا تھا اور عیسائی دنیا کے اس فتنے سے یہودی کمینوں کا وہ مقصد پورا ہوا جس کا انکشاف انھوں نے کئی سو سال پہلے اپنی خیالی عالمی حکومت کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے خفیہ دستاویزمیں ان الفاظ میں کیا تھا

we long past taken care to discredit the priesthood of the goyim, and thereby to ruin their mission on earth,which in these days might still be a great

hindrance to us.

ہم نے غیر یہودی مذہبی رہنماؤں کا وقار کم کرنے اور ان کے مذہب کے مشن کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے ،کیونکہ ان رہنماؤں کی عزت اور مذہب سے وابستگی ہماری راہ میں بڑی رکاوٹ بن سکتی ہے [54].

122

اس افسوسناک صورتحال نے ہمیں بری طرح تباہ کردیا، کبھی انھیں ہمارے بیچ ایجنٹ پیدا کرنے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی تھی مگر آج حالت یہ ہے کہ امت مسلمہ میں ہی کروڑوں مسلمان نہ صرف ان کے علوم اور تہذیب و تمدن سے متاثر ہیں بلکہ وہ مغرب کی غلامی کو غلامی کے برعکس آزادی اور روشن خیالی جیسے الفاظ میں چھپا کر ان کے پورے نظام زندگی (جس کے لیے اب مغرب نے گلوبلائزیشن کی اصطلاح وضع کی ہے)کوغیر مغربی ممالک میں بالجبر نافذ کرتے ہو ئے نظر آتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان علماء اور سید قطب شہید ؒ جیسے متبحر عالم اور دانشور شہید کیے جا چکے ہیں ۔جس کی تفصیل خود ایک کتاب کا موضوع ہے اس تقسیم سے عالم اسلام بہت زیادہ لاغر اور کمزور ہو چکا ہے اگر چہ اب وقت کے ساتھ ساتھ صورتحال میں مثبت تبدیلی آتی ہو ئی نظرآرہی ہے۔اس کا پس منظر اور علاج ایک طویل علمی نوعیت کاموضوع ہے جس پر دور حاضر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ،مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور علامہ سید قطب شہید ؒ نےکئی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور خواہش مند نوجوانوں کو ان کی ان کتابوں کا توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ مغرب کے چہرے پر سائنس اورٹیکنالوجی کا پڑا ہواخوبصورت پردہ سرکتے ہی اس کا اصل خونخوار چہرہ نظر آجائے ،اور بلا شبہ ان بزرگوں نے اس علمی

[54] The protocols page.84

تحقیقی میدان میں ڈاکٹر اقبالؒ کے بعد نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جس کی مثالیں آج عرب سے لیکر عجم تک سینکڑوں اسلامی تنظیموں کے فعال اور متحرک نیٹ ورکوں اورکروڑوں اسلام پسند نوجوانوں کی بدلی ہوئی عملی زندگیوں میں نظر آتی ہے جو مغربی تہذیب کو علمی دلائل کی بنیاد پر رد کر کے ماڈل اسلامی[123] زندگی بسر کرتے ہو ئے نظر آتے ہیں ۔

اقدام کے برعکس دفاع:

اقدام ہمیشہ طاقتور کرتا ہے اور دفاع ہمیشہ کمزور .عالم اسلام مجموعی طورپردفاع کرنے سے بھی محروم ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ مغرب کی پسندکے ذلت آمیز شرائط قبول کرتے ہو ئے آپ اپنی غلامی کا ثبوت فراہم کرتا ہے ۔ مغرب نے ہمار ے اسلاف کی وراثت کی قدر کرتے ہو ئے سائنس اورٹیکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیکر اسی راستے ساری دنیا کی قوموں کو اپنا غلام بنا ڈالا اور اسی راستے اس نے عالم اسلام پر اپنی دھونس قائم کر رکھی ہے ،حق یہ ہے کہ جہاں منتشر عالم اسلام بر وقت سائنسی علوم سے دستبردار ہو کر خودکشی کے راستے پر چل پڑا تھا وہیں وہ دور حاضر کی ضروریات سے بھی آنکھیں چرا کر اپنی بربادی کی داستان آپ رقم کرنے لگا ہے۔پھر تقسیم اُمت کی وہ خوفناک صورتحال جس پر گذشتہ سطور میں روشنی ڈالی جا چکی ہےاور اس کے بعد اپنی اصل پہچان مغرب کے حسن میں ضم کرکے اس نے ایک وحدت کے تصور میں بھی آخری کیل ٹھونک دی ،لہٰذا وہ اقدام تو درکنار دفاع سے بھی محروم ہو چکا ہے ۔یہ اس کے اپنےاعمال اور کرتوت ہیں جس کا کڑواپھل نئی نسل کھا رہی ہے ۔

بنیادی اور اصل کمزوری:

عالم اسلام میں حکومتیں تو بہت ہیں ،مگر برائے نام اس لیے کہ حکومت صرف فلاحی امور انجام دینے کا نام نہیں ہوتا ہے ،اس کی ذمہ داری ہو تی ہے کہ وہ اپنے 124 عوام اور ان کے عقائد کی بھر پور انداز میں حفاظت کرے ، جب حکومتوں کا حال اتنا برا ہو تو انفرادی حیثیت کیا ہوگی سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے دور حاضر میں طاقت کا توازن بگڑ چکا ہے اس لیے کہ کبھی صرف فوجوں کی بڑی تعداد رکھنے والی قوموں کو طاقتور خیال کیا جاتا تھا جبکہ آج طاقت ور قومیں صرف انھیں تصور کیا جاتا ہے جن کے ہاں ایٹمی ہتھیار ،زمانے کے تقاضوں کے مطابق علوم ،مضبوط معیشت ،ترقی یافتہ میڈیا اور تربیت یافتہ اور باحوصلہ جدید اسلحے سے لیس بر وبحر کے سینے کوچیر کر دشمن سے لڑنے والی فوج ہو ۔عالم اسلام میں کسی بھی ملک کے پاس مطلوبہ معیار کا انفراسٹرکچر نہیں ہے لہٰذا ہر محاذ پر ہار جاناایک فطری مسلمہ اصول ہے اور پھر جو" نادر شئی" ہمارے پاس ہوا کرتی تھی جس کی بنیادپر ہم نے قیصر و کسریٰ کو شکست دی تھی سےبھی ہم عرصہ دراز سے محروم ہو چکے ہیں اور وہ "نادر شئی"ہے ایمان کی لازوال نعمت۔ جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ہمیں طاقتور قوموں پر غلبہ عطا کرتا تھا اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہم نے اسلحہ کے باوجود کبھی بھی اسلحے پر اعتماد نہیں کیا تھا ہماری فوجوں اور مجاہدین کا زریں اصول ہی یہی تھا کہ غلبہ صرف اسی کو ملتا ہے جس کو غلبہ عطا کرنے والا خدا غالب کردے ۔وقت کے تقاضوں کو جاننا اور سمجھنا ایک اہم ضرورت ہوتی ہے ایک عالمی اُمت اس سے صرف نظر نہیں کر سکتی تھی۔ مغرب فوجوں کے برعکس دوسرے ہزار ہا ذرائع سے قوموں کو فتح کر رہا ہے اور تعلیم ،معیشت اور میڈیاان کے سب سے بڑےاور اہم ہتھیارہیں جو قوموں کو ان کے سامنے ڈھیر کردیتی

ہے ۔ہم میں ان کے مقابلے کی استعداد ختم ہو چکی ہے اس لیے کہ وقت کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہو ئےہم عیاش اور عیار حکمرانوں کی ہوس کے بھینٹ چڑھ گئے۔ جو بدقسمتی سے اُمت کے اجتماعی مفاد کے برعکس مغرب کے مفاد کو اولیت دیتے ہیں اور ان بزدلوں کے نزدیک ہر مسئلے کا حل غیر مشروط خود سپردگی ہے، جس کے نتیجے میں یہ اُمت اپنی پہچان ہی کھو بیٹھی اور حتمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اقدام تو درکنار یہ دفاع کرنے سے بھی قاصر اور عاجز رہی ہے،اس لیے کہ اقدام حکومت کرتی ہے عوام نہیں۔ مگر جس ملت کے حکمران اس قدر بزدل ہوں کہ وہ امریکہ کے سامنے سچی بات کہنے سے بھی گریز کرتے ہوں وہ اس کے خلاف اقدام کا تصور بھی تو نہیں کر سکتے ہیں اس لیے کہ اُمت مسلمہ کے حکمران ایک مرض میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ مجسمہ امراض ہیں ۔

حکمرانوں کا اصل مرض :

بعض حضرات یہ بات جاننے سے بھی گریز کرتے ہیں کہ عالم اسلام کے ان حکمرانوں کا اصل مرض کیاہے۔ جس کی وجہ سےاُمت مسلمہ ایک ناسور اور مفلوج زدہ جسم کی صورت اختیار کر چکی ہے،آنکھیں چرانے یا بند رکھنے سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وسائل سے مالا مال اُمت آخر اس ذلت ناک مقام تک کیسے پہنچ گئی ۔یہ عبرت ناک مرحلہ اس پر کیوں آیا اور اس کے اسباب کیا ہیں ؟کیا صرف حکمرانوں کی سیاہ کاریاں ہی اس ساری خوفناک صورتحال کے لیے ذمہ دار قرار دی جا سکتی ہیں ؟میرے نزدیک ان بدترین حالات کی ذمہ دار ساری اُمت ہےجس نے نبی کریم کی پیشن گوئی کے عین تمام تر گناہوں کو اپنے لیے نیکی سمجھ لیا

ہے[55]۔ اس امت نے کوئی ایسا کام باقی نہیں چھوڑا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بحیثیت مجموعی ہم سے ناراض نہیں ہوا ہوگا ہاں اس بات میں دو رائے نہیں ہیں کہ حکمران اور علما ءاس سنگین اور پیچیدہ مسئلے کے حوالے سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ جوابدہ ہیں ۔باریک تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حکمرانوں میں سب سے ہلاکت خیز

مرض جو پیدا ہو چکا ہے وہ ہے اسلام کے دین واحداور اس کے کامل ضابطہ حیات ہونے پر سےان کا اعتماد اٹھ جانا ۔وہ اسلام کو ایک متبرک چیز خیال توکرتے ہیں مگر اس کو قابل عمل نہیں سمجھتے ہیں ۔ان کے نزدیک اسلام میں حکمرانی کے لیے جان نہیں رہی ہے ،ان کا فرسودہ خیال یہ ہے کہ اسلام رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اب **out of date**ہوچکا ہے لہٰذا زمانے کے تقاضے کے عین مطابق اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک نئی چیز جو مغرب سے ایجاد ہو چکی ہے کی نقالی کی جائے ۔حکمرانوں میں مغرب کی نقالی کے نتیجے میں اسلام پر سے بھروسہ ختم ہو چکا ہے،انھیں اپنی ذات میں کیڑے نظر آنے کے برعکس اسلام میں ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں ۔انھیں اپنے دماغی توازن پر شک ہونے کے بجائے علما ءکی مؤمنانہ بصیرت اورمجاہدانہ سادگی پر ہنسی آتی ہے۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ علما بہت سیدھے سادھےہوتے ہیں جو زمانے کے اُتار چڑھاؤ کو نہیں سمجھتے ہیں لہٰذا اسلام کی وکالت کرنا ان کی کمزور فطرت کا حصہ ہے ۔مغربی تہذیب و علوم کی فطرت یہی ہے کہ وہ انسان کو خواہ مخواہ ناقابل قبول احساسِ برتری میں مبتلا کر دیتا ہے حالانکہ ان کی تہہ میں جھانکا جائےتواسلام کے مقابلے میں مغرب پرستوں کو احساس کمتری میں مبتلا رہنا چاہیے۔یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ صاحب ثروت طبقے نے اپنی اولاد کو مغربی علوم میں بہت بلندیوں تک پہنچانے کے لیے اپنا سارا

---

[55] كَيْفَ بِكُمْ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَعْرُوفَ مُنْكَرًا وَالْمُنْكَرَ مَعْرُوفًا **(معجم الکبیر لطبرانیؒ) جلد:19،صفحہ نمبر:292 ،حدیث نمبر715**

سرمایہ خرچ تو کردیا مگر دین کے حروف تہجی سکھانے کے لیے انھوں نے بہت بخیلی کا مظاہرا کرتے ہو ئے انھیں دین سے نا آشنا رکھ دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ فکرو نظر میں ان کی پہنچ مغربی علوم و تہذیب سے آگے کچھ بھی نہیں بڑھتی ہے۔ اور یہی لوگ سارے عالم اسلام پر حکومت کر رہے ہیں اور یہ لوگ مغرب کے ایجنٹ کم ان کے مخلص

اور وفادار سپاہی زیادہ ہیں ۔لہٰذا ان کا اسلام،قرآن ، رسول اکرم □اور ان کی اُمت کے وقار کی حفاظت کرنا ناممکن ہے اور تواور یہ لوگ بسااوقات ان باتوں کو انتہا پسندی خیال کرتے ہیں اور مغرب کی پیروی میں انھیں راحت جبکہ اسلامی نظام میں گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔ حالانکہ گہری تحقیقات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مغرب کی تقلید کے پس پردہ ایک اور دلفریب سبب بھی کارفرما ہے اور وہ ہے اقتدار کی بھوک ...... سادہ سی بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے اس مطالبے پر کس طرح کان دھریں گے جس میں سرفہرست مغرب کی مخالفت ،ان کی ترقی سے استفادہ کے باوجود اپنی حیثیت اور مسلمہ مقام کا مطالبہ شامل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان کی نظر میں اقتدار اور عیاشی کے سارے مواقع انھیں مغرب پرستی ہی کی بدولت نصیب ہورہے ہیں ،لہٰذا ان سے دفاعِ دین و ملت کی اُمید رکھنا احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے ۔اس کے علاج کی ایک ہی صورت انھیں نظر آتی ہے اور وہ ہے ان مغربی عاشقوں سے گلو خلاصی۔جب تک ایسا ممکن نہیں ہوگا تب تک مغرب کے برعکس اُمت مسلمہ کے وقار کی ترجمانی کی امید اس کے دشمنوں سے کرنا پاگل پن کے سوا کچھ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے ۔

عالم اسلام کی اصل پہچان:

عالم اسلام کی بات کرتے وقت ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ عالم اسلام کی پہچان اس کے دین کے سبب ہے مادی ترقی کے اعتبار سے نہیں اور بدقسمتی سے ہم اس بات کو سمجھنے کے برعکس مغرب کے ترقی کے مفہوم کے پس منظر میں عالم اسلام کی ترقی پر بات کرنا شروع کرتے ہیں اور یہی غلط طرزاستدلال ہمیں یہ بات ماننے پر مجبور کرتا ہے کہ عالم اسلام مجموعی طور پر پس ماندہ اور غریب ہے ۔ہمیں نہ مادی ترقی سے اختلاف ہے اور نہ ہی اس کی حقیقت ماننے اور سمجھنے سے اور نہ ہی اس کا مطلب یہ لیا جانا چاہیے کہ میں مادی ترقی کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی سائنس اور ٹیکنالوجی کو نظر انداز کرنے کی دوسو سال پرانی روش جیسی بدویانہ جہالت سے متفق ہوں مگر ساتھ ہی ساتھ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ عالم اسلام بھی دوسری قوموں کی طرح اس بات کا قائل ہو جائے کہ اسے صرف مادی ترقی کی احتیاج اور ضرورت ہے ،بلکہ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عالم اسلام کی بنیادایمان ،اعتقاد ،اخلاق ،انسانی شرافت اور روحانی ترقی پر محمدرسول اللہ □ نے مکہ معظمہ میں چودہ سو سال قبل اس وقت ڈالی ہے جب آپ□ نے اہل مکہ کو جمع کرتے ہو ئے فرمایا"قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا" یہ ہے ہماری بنیاد اور یہی ہے ہماری پہچان ۔ ہم ایک داعی اُمت ہیں جس کے سوچنے سمجھنے کے پیمانے وہ نہیں ہیں جن کو مغرب کی خوانخوار دنیا نےایجاد کر کے انسانی تصور پر لا کھڑا کیا ہے کہ جو کچھ ہے اسی عالم فنا کی محدود زندگی میں ہے لہذا یہ دنیا اور اس کی عیش و راحت کا سامان جس طرح بھی حاصل ہو جائے حاصل کیا جانا چاہیے اس بات کو نظر انداز کرتے ہو ئے کہ اس درندگی سے کسی کی مان جائیے یا آن !!!

اہل اسلام کے نزدیک خدا کے پیدا کردہ انسانوں میں سب سے برگزیدہ انبیاء □ ہیں ،اور ان کے بعد صحابہ کبار□ ہیں۔ ہم ان

کی سیرتوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کی برگزیدگی جہاں وہبی ہےوہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے نزدیک دنیا کی عظمت کا کوئی تصور ہی نہیں تھاوہ دنیا کومکھی کے پر کے برابر بھی تصور نہیں کرتے تھے۔ان کی ساری توجہ اس آخرت کی طرف تھی جس کی تعلیم کے لیے یہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے،رسول اکرم ﷺ نے اُمت کو دنیا کی اصلیت بتاتے ہو ئے اس میں ایک مسافر کی طرح زندگی گذارنے کی تعلیم دیدی اور تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں نے آخرت پر اپنی توجہ مرکوز رکھی وہ دنیا سے سلامتی کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ دنیا میں بھی انھوں نے اپنی انسانی شرافت و اقدار کے باعث مثالیں قائم کیں ،لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلاف کے طریقے کو مدِ نظر رکھ کر دنیا میں رہنے کی اس روایت کو ترک نہ کریں، دنیا آج مادی ترقی کی معراج تک پہنچ چکی ہے مغرب سے لیکر مشرق تک آج کا انسان روحانی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے یہ اس چکا چوند ترقی سے تنگ آچکا ہے اس لیے کہ تیز رفتار دنیاوی زندگی نے اس کا قلبی سکون اس سے چھین لیا ہے ،ا سے روحانی اور قلبی سکون کی شدید ضرورت ہے جو صرف اور صرف اپنی کامل اور جامع شکل میں اسلام میں ہی موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ مادی دنیا کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہو ئے اپنی اصل قائم رکھ کر دنیا کو اسلام کے روحانی مزاج سے آشکارا کر دے ۔اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو گا جب اُمت مسلمہ خود روحانی اقدار پر اپنی عمارت دوبارہ تعمیر کردے ۔اسلام کا مزاج یہ ہے کہ اس کے پیرو کار دوسروں کو اسی چیز کی تلقین کرتے ہیں جس پریہ خود بھی عمل پیرا ہوں ۔ہم خودروحانی طور پر دیوالیہ ہیں، لہٰذا پہلے ہمیں خود کی شکستہ عمارت کو دوبارہ تعمیر یا کم سے کم مرمت پر توجہ مبذول کرنی چاہیے۔ پھر اس اصلیت اور ایک مسلمہ اصول کو مدِ نظر رکھ کر دوسروں تک اس کو قرآن حکیم اور سنت نبوی کی روشنی میں پہنچانا چاہیے اور یہ بات

ذہن میں رکھتے ہو ئے کہ ہماری اصل پہچان اسلام ہے مادی دنیا کے دلفریب اور مسحور کن جھوٹے مناظر نہیں ۔

130

توہین نبی□ پر افسوسناک خاموشی :

بظاہر اُمت مسلمہ دنیا کےحکمرانوں کے رجسٹر میں ڈیڑھ ارب والی وہ مسلم آبادی ہے جس نےپچاس سے زیادہ زرخیز اور سونا اگلنے والے ممالک میں صدیوں سےسکونت اختیار کر رکھی ہے ۔اس زاویہ نگاہ سے مسلم دنیا ایک وسیع عالم نظر آتی ہے۔ جب کہ حق یہ ہے کہ مسلم دنیا کی یہ وسیع و عریض سلطنتیں کفار کی نگاہوں میں بچوں کے کھلونے اور گروندوں سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے ہیں ۔جس کی سب سے بڑی اور واضح مثال کفار کا مسلمانوں کے عظیم پیغمبر□کی توہین کے لیے ایک "منظم اور مربوط توہینی تحریک "شروع کرنا ہے ۔ مسلم ممالک کے بے بس عوام چیخنے چلانے اور احتجاج کے سوا کچھ بھی نہیں کر پاتے ہیں، رہے حکمران تو ان بد باطنوں نے جگہ جگہ ان بپھرے ہو ئے عاشقان نبی□ پر بے تحاشہ فائرنگ کر کے یہ ثابت کردیا کہ انھیں مسلمانوں کے دینی جذبات کا کوئی خیال نہیں ہے اور نہ ہی ان اندھوں اور کفار کے تلوے چاٹنے والے بدمعاشوں کو اپنے ایمان کی سلامتی کا کوئی غم ہے۔ انھیں اگر کوئی پریشانی اور فکر لاحق ہے تو بس اس بات کی ان سے ان کے مغربی آقا ناراض نہ ہوں انھیں اللہ اور اس کے عظیم پیغمبر □ کی ناراضگی کا کوئی غم لاحق نہیں ہیں ۔

مغربی شیطانوں اور تمام ابلیسوں نے عرصہ دراز سے مسلمانوں کو ان کی حیثیت اور مقام ان پرواضح کرنے کے لیے یہ ایک نئی صورت اپنا لی ہے اور اس سے زیادہ کسی قوم کی بے عزتی اور توہین کا تصور کرنامحال ہے ۔یہ مسلمانوں کے دین ،عقائداور شعائر کی آخری درجے کی توہین ہے اور ان دجالوں نے اس طریقے کو جان بوجھ کر اختیار کر رکھا ہے، تاکہ نہ صرف مسلمان اپنی بے وقعتی اور کمزوری کا دل کی گہرائیوں سےادراک کر کے مغرب کو ناقابل تسخیر اور ناقابل شکست قوت تسلیم کریں بلکہ اسلام کی جانب بڑھتے مغربی معاشرے کے رجحان کے سامنے بھی بند باندھا جائے۔اس سے بڑھکر افسوسناک صورتحال اور کیا ہو سکتی ہے کہ پچاس سے زیادہ مسلم ممالک اور ان کی اُو،آئی ،سی رسول اکرم□ کی توہین جیسے شنیع ، مکروہ اور قابل نفرت فعل پر چند زبانی بیانات کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکی ،ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عالم اسلام اجتماعی طور پر اُو ،آئی ،سی کے اسٹیج سے اس کے خلاف عالمی سطح پر ایک منظم اور مربوط پروگرام دنیا کے سامنے پیش کرتا مگر حیرت بالائے حیرت یہ کہ مسلمان حکمران وہی کام کرتے ہیں جو عوام کے کرنے کا ہوتا ہے یعنی مذمتی بیانات ۔۔۔۔اور ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مذمت کرنا حکمرانوں کا کام نہیں ہوتا ہے ان کے پاس کاروائی کے ہزار طریقے موجود ہوتے ہیں، کم سے کم عالم اسلام مغربی ممالک کے خلاف ہمیشہ کے لیے نہ سہی ایک آدھ مہینے کے لیے تجارتی بائیکاٹ تو کر سکتے تھے ۔اگر ان کے اندر اتنے بڑے اقدام کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ لوگ سفارتی سطح پر ان مغربی ممالک سے عارضی طور پر اپنے عملے کو واپس بھی بلا سکتے تھے مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے ان لوگوں سے جو خود مغربی آقاؤں کی پشت پناہی ہی کے نتیجے میں ان مسلم ممالک پرسوارہو چکے ہوں ۔

سب سے افسوسناک رویہ عرب ممالک کے حکمرانوں کا دیکھنے کو ملا جنہوں نے ایک آدھ مذمتی بیانات کے بعدمکمل خاموشی اختیار کر لی ۔مگر الحمدللہ عوام الناس نے اپنے پیغمبر سے ناقابل تنسیخ رشتے کا ثبوت فراہم کردیا ۔ عرب ممالک میں بھی لیبیا ،مصر اور سوڈان اپنے جذبات کے[132] اظہار میں کھل کر سامنے آگئے باقی ممالک میں مطلق العنان حکمرانوں کے ظلم و جبر کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں کے عوام کے دلوں میں مغربی ابلیسوں کی اس شیطانی حرکت پر شدید نفرت تو پائی جاتی ہے مگر وہ احتجاج پر بادشاہوں کی لگائی ہو ئی پابندیوں اور سخت سزاؤں کے ڈر کے نتیجے میں خاموش رہنے پر مجبور اور بے بس نظر آتے ہیں ۔عرب ممالک کو دوسرے مسلم عجمی ممالک کے مقابلے میں اس حوالے سے فوری اقدامات اُٹھانے چاہئے تھے مگر ہم نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ تیل کی دولت اور ریل پیل نے ان کی ساری توجہ دنیا اور اس کے عیش و عشرت پر مرکوز کر رکھی ہے ۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عجمی ممالک کے حکمران اور عوام دین پر ہو رہے حملوں پر اپنے جذبات کا اظہار تو کرتے ہیں مگر عرب دنیا میں کوئی تلاطم تو درکنار کوئی حرکت بھی نظر نہیں آتی ہے ۔یہ خاموشی انتہائی افسوس ناک اور دل شکن ہے جس کے لیے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اپنے سخت محاسبے کی شدید ضرورت ہے ۔

احتجاج نہیں اقدام :

حیرت انگیز طور پر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مسلم حکمران ہر ایسے موقع پر اقدامات کے برعکس اپنے عوام ہی کی طرح احتجاج کرتے ہیں حالانکہ حکمرانوں کو احتجاج کے برعکس اس حوالے سے اقدامات کرنے چاہئے ۔سارے عرب اور عجمی مسلم حکمرانوں نے توہین رسالت پر سخت بیانات تو دیے مگر جو وہ کر

سکتے تھے یا جو انھیں کرنا چاہئے تھا وہ انھوں نے نہیں کیا۔ احتجاج عوام کرتے ہیں حکمران نہیں اور جب کسی ملک کے حکمران بھی عوام کی سطح پر آکر احتجاج کرنے لگ جائیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ حکمران نہیں کسی اور اصل حکمران کے غلام ہیں۔ جس کے سامنے منہ کھولنے کی جرات کی کمی کے باعث وہ اپنے عوام کے ساتھ مل کر احتجاج پر قناعت کرتے ہیں ۔یہ ایک المناک صورت حال ہے جس نے عرب ممالک کے حکمرانوں کو گھیر لیا ہے ۔مغرب سے خوف زدہ یہ لوگ اصولی طور حقِ حکمرانی کھو چکے ہیں اس لیے کہ احتجاج جیسے(حکمرانوں کے مرتبے کے اعتبار سے)پست کام جب حکمران کرنے لگ جائیں تو وہ اپنے عوام کا تحفظ کس طرح کر پائیں گے ۔جب مغرب ان ممالک کے سامنے کوئی خلاف اسلام صورتحال کھڑی کردے تو یہ معذورین اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟کسی بھی ایسے شخص کو حکمرانی کی دوڑ دھوپ میں شامل نہیں ہونا چاہئے جو کمزور دل گردے کا مالک ہو اس لیے کہ حکمران بننے کا مطلب ہمیشہ وہ نہیں ہوتا ہے جس سے آج کے مسلم حکمران واقف نظر آتے ہیں یعنی عیش و عشرت اور دکھوں و تکالیف سے دور ایک بادشاہانہ پُر تکلف زندگی ۔اس میں کبھی کبھار ایسے سخت اور مشکل فیصلے لینے پڑتے ہیں کہ نہ صرف حکومت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں بلکہ بسا اوقات اسلاف کی طرح زندگی بھی خطرے میں پڑتی ہو ئی نظر آتی ہے ۔اور کبھی کبھار تو نسل در نسل صدیوں تک مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں لہذا کسی بزدل اور بے غیرت شخص کو عیش و آرام کی زندگی گذارنے کے لیے حکومت میں رہنے کے بجائے کوئی اور تجارتی کام کرنا چاہئےتاکہ مسلم عوام کوایک خاندان یا چند خاندانوں کی وجہ سے ذلت اور رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حکمرانوں کے احتجاج نے جہاں یہ ثابت کر دیا کہ انھوں نے اُمت کو غیروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے وہیں اس سے یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ مسلم دنیا کے عوام کے لیے تبدیلی نہ صرف ناگزیر شکل اختیار کرچکی ہے بلکہ یہ اب اُمت کی بقاء کا مسئلہ بن چکا ہے ۔جس کو اُمت نظر[134]انداز نہیں کر سکتی ہےاس لیے کہ توہین رسالت ﷺجیسے گھمبیراور خوفناک مسئلے پر زبانی جمع خرچ اور لفظی احتجاج کے برعکس براہ راست اقدام کی ضرورت تھی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس توہین سے بڑھکر مسلمانوں کی کوئی اور توہین نہیں ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس سے زیادہ کسی بے عزتی کا تصور مسلمانوں کی لغت میں موجود ہے ،یہ ایک طرح کا اعلان جنگ تھا اس لیے کہ اس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات کو بڑھکا کر انہیں بدترین نفسیاتی اور روحانی اذیت میں مبتلا کرکے غیر مسلموں کے خلاف مسلمان نوجوانوں کو" آمادہ اقدام "کرنا تھا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب احتجاج نہیں تو پھر اقدام سے میری کیا مراد ہے ،جنگ؟نہیں،خود کش حملے؟نہیں،عیسائیوں کا اغوا ؟نہیں، اقدام سے میری یہ ہرگز مراد نہیں ہے اس لیے کہ یہ مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے اور اس طرح کے اقدامات سے دونوں طرف کے جذبات بڑھکنے کے بعد اس طرح کی صورتحال اور زیادہ مسائل کو بگاڑ دیتی ہے اگر چہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکبین کے خلاف کوئی حکومتی اقدام کرنا بھی نا جائز نہیں ہے بلکہ احسن اقدام ہےالبتہ سب سے آسان اور نتائج کے اعتبار سے مؤثر اقدام یہ ہوسکتا تھا کہ عالم اسلام مغربی ممالک کی مصنوعات کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کرتا۔یقینی طور پر یہ مغربی معیشت کے لیے ناقابل برداشت ضرب ہوتی گویا ہم جنگ لڑے بغیر مغرب کو اس قدر پسپا کردیتے کہ وہ مغرب میں سکونت پذیر یہودی مبلغوں کے ذریعے پھیلائی جارہی توہین اسلام مہم پربلا توقف روک لگا دیتے اس لیے کہ مغربی ممالک کی مصنوعات کی سب سے بڑی منڈی

50 سے زیادہ مسلم ممالک ہیں۔ جو بے حد و حساب اربوں ڈالر ان مصنوعات کو خرید کر خرچ کرتے ہیں مگر یہ کام حکمرانوں کی چاہت اور علماءِ کرام کی مؤثر عوامی تحریک کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ اس طرح کی تجاویز سامنے آنے کے باوجود بھی مسلم دنیا اس طرح کی عملی کاروائی پر یقین رکھنے اور کرنے کے برعکس ہنگامے اور پر تشدد احتجاج کر کے اپنے ہی بھائیوں کی املاک کو تباہ و برباد کر کے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں کہ محمد عربی□ کے ناموس کے دفاع کے نام پر ایسی حرکتیں اور بھی نازیبا اور ناشائستہ ہیں اس لیے کہ آپ □ نے مسلمانوں پر ایک دوسرے کامال و جان اور عزت و آبرو حرام قرار دیا ہے ۔

اقدام کون کرے عوام یا حکمران؟

یہ بات سمجھ لینے کے بعدکہ موجودہ حالات میں واحد حل بین الاقوامی سطح پرتمام مسلم حکمرانوں کی سرپرستی میں کیا جانے والاکوئی مؤثراقدام ہی حل ہے سے بعض کے ذہن میں یہ سوچ ابھر سکتی ہے کہ شاید مغرب کے خلاف اقدام کا مطلب یہ ہے کہ عوام براہ راست یہ کام از خود کریں نہیں اور ہر گز نہیں، بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ کام حکومتی سرپرستی میں کیا جانا چاہئے اوریہ کام کسی ایک ملک کا نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کو بہ یک آواز اور بہ یک حرکت اس پراجتماعی طور پرعمل کرنا چاہئے تاکہ مغرب کے اچھے برے ردعمل کا شکار کوئی ایک یا چند ممالک نہ ہو جائیں۔یہ کام کسی بھی طرح عوام کے برعکس صرف حکومتوں کا ہے۔عوامی اقدامات بے ہنگم ،بدنظمی اور بسااوقات پر تشدد ہوتے ہیں اور عمومی طور پر عالم اسلام کے احتجاجوں میں شر پسند عناصر بھی شامل ہوتے ہیں جو ایک مثبت اور پر امن جدوجہد کو بھی اپنی غلط کاریوں سے دہشت

گردی تک پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں ۔ بسااوقات یہ شر پسند عناصر کفارکے ایجنٹ ہوتے ہیں جنہیں مسلمانوں کو بد نام کرنے کے اس مشن میں ایک پر امن احتجاج کو پر تشدد رُخ پر ڈالنے کی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے ۔

حکومتوں کی بے عملی[136] کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ یہ تب تک کوئی قدم نہیں اُٹھاتی ہیں جب تک نہ صورتحال منفی انجام کو پہنچ جاتی ہے یا یہ لوگ تب تک بیدار ہی نہیں ہوتے ہیں جب تک نہ معاملہ مکمل طور پر بگڑ جاتا ہے ۔بے حسی اور بے خبری کی یہ المناک حالت ہر مسلم ملک میں سر کی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے ۔حالیہ توہینی واقعات کے بعد حکومتیں مسلم ممالک میں خونریز تصادموں کے بعد تب بیدار ہوئیں جب درجنوں مسلمان نوجوان اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھےاور بے چینی و اضطراب کی لہر سارے عالم اسلام میں پیدا ہو چکی تھی ۔لیبیا میں تو عوامی غیض و غضب کا نشانہ امریکی سفیر کو بننا پڑا اور وہ موقعے پر ہی ہلاک بھی ہو گیا۔ جس کے بعد پورے مغرب نے عالم اسلام کے خلاف ایک زہریلی پروپیگنڈا مہم چھیڑ لی لہذا ضرورت اس بات کی تھی کہ معاملے کی سنگینی اور نزاکت کو مدِ نظر رکھ کرفوری اقدامات کئے جاتے ۔مگر یہ لوگ بڑے حادثات سے ہی جاگ جانے کے عادی ہیں ا ور ایسا ہی توہین آمیز مہم کے ردعمل کے موقع پر بھی دیکھنے میں آیا ہے ۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حالات کی سنگینی کے پیش نظر بلاتوقف ایسے اقدامات کئے جائیں جن کے اثرات مغرب کی نئی دہشت گردی کو روکنے میں ممد و معاون ثابت ہو ۔

بکھرا ہوا عالم اسلام:

معنوی طور پر عالم اسلام ایک ہی اکائی ہے مگر حقیقت کے اعتبار سے ہر ملک اپنی جگہ ایک الگ اکائی کی صورت اختیار کر چکا ہے ۔اس لئے کہ ہم ایک ہی نظریئےپر قائم ایک ملت ہیں ۔ہماری پہچان ہمارا دین یعنی اسلام ہے ۔مگر ہماری موجودہ حالت انتہائی مایوس کن ہے۔ مفتی شیعب عالم صاحب نے موجودہ حالات کا اپنے الفاظ میں بھر پور نقشہ کھینچ لیا ہےوہ لکھتے ہیں: مسلمانوں کےاتحاد و اتفاق کا شیرازہ اس وقت بکھرا ہوا ہے ،وہ افتراق و انتشار کا شکار ہیں ،معاشی طور پر دوسروں کے دست نگر ہیں ، سیاسی طور پر محکوم ہیں ، عسکری لحاظ سے پرانے اور فرسودہ حربی آلات پر قناعت کئے ہوئے ہیں ، مذہبی نقطۂ نظر سے ٹولیوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں ، بین الاقوامی سیاست میں ان کا وزن نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے ، گاجر و مولی کی طرح انہیں کاٹا جا رہا ہے اور خدا کی وسیع سرزمین ان پرتنگ کی جا رہی ہے ، ننھے معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا ہے ، بہنوں کے سروں سے دوپٹہ کھینچا جاتا ہے ، مسلمان آبادی پر وہاں کے نفوس سے بھی زیادہ تعداد میں بم گرائے جاتے ہیں ، اور مسلمان صرف آہ و بکا اور چیخ و پکار کے سوا کچھ نہیں کرسکتے ۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اب دشمن قوتیں آپس میں اتحاد کر کے مسلمانوں پر آخری اور کاری ضرب لگانا چاہتی ہیں ۔ وہ دیکھ رہی ہیں کہ مریض مضمحل ، نڈھال اور جان بلب ہے ، زخموں سے بدن چورچور ہے ، نبض ڈوب رہی ہے ، آنکھیں پتھرا رہی ہیں ، جسم بےحس و بےحرکت ہے ۔ یہ دیکھ کر گِد ھ اس کے اردگرد منڈلا رہے ہیں ، اور کیڑوں کی طرح آس پاس جمع ہو رہی ہیں ۔ یہ منظر دیکھ کر

کھلی آنکھوں سے آقائے نامدار کے اس فرمان کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ یہ قومیں تمہیں ہڑپ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو بلائیں گی اور تم پر اس طرح جھپٹا ماریں گی جس طرح بھوکے کھانے کی پلیٹ پر جھپٹتے ہیں ۔ (سنن ابوداؤد)

اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی:

ڈاکٹر محمد طیب خان سنگھانوی صاحب لکھتے ہیں:
امت مسلمہ بلاشبہ اس وقت ہر لحاظ سے زبوں حالی کا شکار ہے۔ نظریاتی طور پر دیکھیے تو یہ اپنے نظریہ حیات سے وابستہ نہیں بلکہ افلاس کا شکار ہے، سیاسی لحاظ سے دیکھیے تو بظاہر آزادی حاصل کرلینے کے باوجود یہ اپنے فیصلے خود نہیں کرسکتی۔ معیشت کے لحاظ سے اکثر مسلمان ممالک بین الاقوامی یہودی اور مغربی معاشرتی اداروں اور حکومتوں کے مقروض ہیں اور اپنی معیشت کے بارے میں خود فیصلے نہیں کرسکتے جو مسلمان ممالک امیر ہیں ان کی اصل دولت مغربی بینکوں میں ہے اور مغربی ممالک کے کام آرہی ہے، جب کہ بہت سے غریب مسلم ممالک کے عوام نان جویں کو ترس رہے ہیں۔

خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کی تعداد 45 کروڑ سے بھی زیادہ، جو کل مسلم آبادی کی ایک تہائی سے بھی زیادہ ہے۔ دفاعی لحاظ سے دیکھیے تو اسلامی دنیا خودکفیل نہیں ہےبلکہ مغرب کی محتاج ہے۔مسلم ممالک کے درمیان کوئی دفاعی معاہدہ نہیں اور طاقتور مغربی ممالک جب چاہتے ہیں مسلمان ممالک کو نرم چارے کی طرح کھا جاتے ہیں۔ صنعت و حرفت

کا یہ حال ہے کہ کوئی مسلمان ملک بھاری مشینری یا الیکٹرانک مصنوعات نہیں بناسکتا یہ سب ترقی یافتہ ممالک سے درآمد کرنی پڑتی ہیں۔ سارے مسلم ممالک کی مجموعی قومی پیداوار دنیا کی مجموعی قومی پیداوار کا محض چار فیصد ہے ۔ تعلیم کا یہ حال ہے کہ اکثر مسلم ممالک میں شرح تعلیم تیس چالیس فیصد سے زیادہ نہیں۔ تربیت کا کہیں اہتمام ہی نہیں۔ اخلاقی ابتری کا یہ حال ہے کہ کرپٹ ترین ممالک میں ہمیشہ اسلامی ملکوں کا نام سرفہرست ہوتا ہے۔

ہماری سماجی حالت یہ ہے کہ ہم کافروں جیسا بننا چاہتے ہیں، تمدن و ثقافت میں غیروں اور دشمنوں کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ زراعت میں مسلم دنیا خودکفیل نہیں اور پیٹ بھرنے جیسی بنیادی ترین ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بھی ترقی یافتہ ممالک کی محتاج ہے۔ مسلمان ممالک کے نزدیک سائنس و ٹیکنالوجی کی یہ اہمیت ہے کہ یہ اپنی قومی مجموعی آمدنی کا صرف 0.5 فی صد سائنس و ٹیکنالوجی پر صرف کرتے ہیں، دنیا کے 75 فی صد لگ بھگ معدنی وسائل کی مالک اسلامی دنیا مفلوک الحالی کا شکار ہے۔ اس پر 700 ارب ڈالر سے زیادہ کے قرضے ہیں۔

تمام مسلم ممالک کی مجموعی قومی پیداوار تقریباً 12 ہزار ارب ڈالر سالانہ ہے جب کہ فرانس کا جی ڈی پی اس سے تقریباً آٹھ گنا زیادہ ہے۔ انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلے اسلامی ممالک کی آبادی دنیا بھر کی آبادی کا تقریباً چوتھا حصہ ہے۔ عالم اسلام لگ بھگ تین کروڑ مربع کلومیٹر رقبے پر محیط ہے۔ صرف پانچ اسلامی ممالک سعودی عرب، عراق، متحدہ عرب امارات، کویت اور ایران کے دریافت شدہ تیل کے ذخائر 658.3 بلین بیرل ہیں، لیکن دنیا کی برآمدات میں ہمارا حصہ صرف 7.5 فیصد ہے، عالمی معیشت میں ہمارا حصہ 5 فی صد سے بھی کم ہے، اتحاد یکجہتی کا یہ عالم ہے کہ مسلم ممالک کی

باہمی تجارت ان کی مجموعی تجارت کا صرف 10 فی صد ہے، گویا 90 فیصد تجارت پر اغیار قابض ہیں۔

ماہر معاشیات محمود احمد مرزا مسلم دنیا کی پسماندگی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''آج کل قوموں کی ترقی کا انحصار سائنس و ٹیکنالوجی پر ہے[140] جب کہ کیفیت یہ ہے کہ مسلم ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے بہرہ ور افراد کی تعداد مایوس کن ہے۔ مسلم ممالک میں اوسطاً دس لاکھ افراد میں سائنس و ٹیکنالوجی سے آگاہ افراد صرف 4200 ہیں۔ معاشی اعتبار سے تیزی سے ترقی کے لیے یہ شرح کم ازکم تین گنا زیادہ ہونی چاہیے۔ بعض صنعتی ممالک میں یہ شرح 15 گنا ہے۔ جیساکہ ہم آگاہ ہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی، ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کے ذریعے واقع ہوتی ہے۔

جہاں تک ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کا تعلق ہے اس شعبے میں مسلم ممالک کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی سے بہرہ ور افراد میں سے صرف ایک اعشاریہ اٹھارہ فیصد افراد ریسرچ اور ڈویلپمنٹ میں مصروف ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بڑے رسالوں میں مسلم ممالک کے لکھنے والے ماہرین کا حصہ صرف ایک فیصد ہے۔ دنیا میں ہر سال سائنس پر تقریباً ایک لاکھ کتب چھپتی ہیں، ان میں سے ایک بھی مسلم ممالک میں نہیں لکھی جاتی۔ پورے عالم اسلام میں یونیورسٹیوں سمیت اعلیٰ تعلیمی ادارے تقریباً ایک ہزار ہیں۔ بیشتر یونیورسٹیوں میں اعلیٰ سماجی تعلیم اور سائنس و ٹیکنالوجی پڑھانے اور سکھانے کی سہولتیں ناقص ہیں۔

خیال رہے کہ صرف ایک ترقی یافتہ ملک جاپان میں ایک ہزار سے زیادہ اعلیٰ پائے کی یونیورسٹیاں ہیں۔ غرض یہ کہ جس پہلو سے دیکھیےمسلم امت زبوں حالی کا شکار ہے ،اور یہ وہ حقائق

ہیں جو ہمارا منہ چڑاتے ہیں اور تلخ ہیں، لیکن ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتاہے‘‘۔مسلمانوں کا مستقبل روشن اور تابناک ہےیہ محض دیوانے کی بڑ نہیں بلکہ سارے اسی کی طرف اشارے کر رہے ہیں کہ سحر طلوع ہونے کو ہے، رات کی تاریکی چھننے کو ہے اور یہ باطل کے اندھیروں کے مقدر میں ہے کہ[141]وہ چھٹ کر رہیں۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ جن بے شمار مسائل سے دوچار ہیں، ان میں سب سے اہم اور بنیادی نوعیت کا مسئلہ داخلی ہے، جو ہماری ذات اور دینی وملی تشخص سے وابستہ ہے، وہ ہے اپنے مرکز، اپنی اساس اور اپنی بنیاد دین سے دوری ، قرآن وسنت، اسلامی تعلیمات، اسلامی شعائر اور دینی اقدار سے دوری۔ یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بنیاد پر آج امت مسلمہ کم و بیش پوری دنیا میں بے شمار مسائل اور ان گنت چیلنجز سے دو چار ہے۔ اسے مرکز سے دوری اور دین فراموشی نے کہیں کا نہیں رکھا جب کہ حقیقت یہ ہے اس وقت دنیا میں ایک ارب 47 کروڑ، 62 لاکھ 33 ہزار سے زائد مسلمان ہیں۔ اس طرح الحمداللہ دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے۔ دنیا میں ایک ہندو اور ایک بودھ کے مقابلے میں دو مسلمان اور ایک یہودی کے مقابلے میں 100 مسلمان ہیں، دنیا میں196 ممالک ہیں جن میں سے 57 او آئی سی (OIC) کے رکن ہیں۔

لیکن یہ دنیا میں تیسری بڑی قوت ہونے کے باوجود انتہائی کم زور، بے بس اور بے انتہا مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہیں۔ اس کا سبب صرف اور صرف ایک ہے، وہ یہ کہ وہ دین فراموشی اور خودفراموشی کی راہ پر گامزن ہیں۔انھوں نے اپنے بنیادی تشخص اور اپنی حیثیت کو فراموش کردیا ہے۔ جذبہ جہاد اور شوق شہادت

ہمارے دین کا شعار اور مسلم امہ کا دینی و ملی ورثہ ہے۔ہمارے اسلاف چونکہ دین سے وابستہ تھے، اسلامی اقتدار اور صفات عالیہ سے مزین تھے، اس لیے دنیا میں انھیں عزت و شوکت، اقتدار اور افتخار ملا، اب صورت حال یہ ہے کہ امت مسلمہ نے قرآن اور اس کی تعلیمات، نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے پیغام ، آپ[142]کے اسوہ حسنہ اور تعلیمات پر عمل کم کردیا ہے، اغیار کی تہذیب و ثقافت اور ان کی اقدار پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے یہ ان گنت مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہیں۔ چنانچہ امت مسلمہ اگر آج بھی دین سے وابستہ ہوجائے، قرآن سے اپنے تعلق کو جوڑلے، اپنے آباء کی ثقافت اور ورثے کو اپنالے، اسلامی اقدار سے وابستہ ہوجائے، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائے تو مسائل اور چیلنجز کی اس آگ میں بھی گلستان کا ماحول پیدا ہوسکتا ہے [56]۔

مفکر اسلام ؒ[57]کی نگاہ میں مردِ کامل اور اس کی ضرورت :

---

[56]روز نامہ ایکسپریس(پاکستان) -22مارچ2013 ء

[57]علماءِ حق میں مولانا سید ابو الحسن علی الندویؒ ایک ایسا نام ہے جن کا انتقال عیسوی صدی کے آخری روز 31دسمبر 1999ءبروز جمعۃ المبارک ٹھیک گیارہ بج کر پچاس منٹ پر ہوا اور اسطرح عیسوی صدی کے آخری روز ''ایک صدی کے علماءِ ربانین'' کے قافلہ کے آخری مرد مجاہد، عالم بے بدل اور اسلاف کی جیتی جاگتی نشانی اس عالم فانی سے کوچ کر گئے ۔انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا بر صغیر میں''علی میاں''جبکہ عرب میں ''شیخ ندوہ''کے نام سے مشہور تھے ۔آپ نے علمی ،دینی اور روحانی خاندان میں آنکھ کھولی۔آپ نے اولین دینی تعلیم و تربیت والدہ ماجدہ ''خیر النساء ''جو خود بھی کم و بیش پچیس کتابوں کی مصنف تھی سے پائی ہے، آپ کے والد محترم سید عبدالحئی حسنی ندوی ؒ بلند پائے مصنف اور داعی حق تھے آپ کی کتاب ''نزھۃ الخواطر''اس بات کی گواہ ہے ۔آپ عرصۂ دراز تک ''ندوۃ العلماء لکھنو'' کے ناظم رہے ہیں ۔مولانا علی میاں کی اصل تربیت ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی ندوی ؒ نے کی ہے ڈاکٹر صاحب چونکہ خود ہی جدید و قدیم علوم سے بہرہ ور تھے لہذاانھوں نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا علی میاں ندویؒ کو بھی عرب سے لیکر عجم تک ہر صاحب فن و علم کی خدمت میں بھیج کر اپنے سے بھی بڑا عالم اور ماہر دین بنا دیا ۔ انھیں اسلام کے لیے انکی خدمات جلیلہ کے اعتراف میں

ہر چیلنج کے وقت قوموں اور ملتوں کی نگاہیں ان کے لیڈروں یا مذہبی رہنماؤں کی طرف اُٹھتی ہیں تاکہ چیلنج سے نمٹنے کی کوئی اجتماعی جدوجہد شروع کی جائے ،کوئی بھی جدوجہد بغیر لیڈر کے ممکن نہیں اور کوئی بھی شخص عوامی اطاعت کے بغیر لیڈر نہیں بن سکتا ہے یہ

شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازنے کا فیصلہ سامنے آیا تومو لاناؒ نے اس ایوارڈ سے ملنے والی بیشتر رقم ''سویت یونین کے خلاف برسر پیکار مجاہدین افغانستان ''کے نام کردی ۔انھوں نے اپنی بیشتر کتابیں عربی زبان میں لکھی ہیں اور ان میں سب سے مشہور ''ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین،انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر''عرب و عجم میں برابر مقبول ہے حتیٰ کہ اس کتاب کو بعض عرب ممالک میں یونیورسٹی کے نصاب میں بھی شامل کیا جا چکا ہے ۔اسلامی تحریکات میں ''اخوان المسلمین''کے ہاں یہ کتاب بے حد مقبول ہے ۔اس کتاب پر اخوان المسلمین کے ایک عظیم رہنمااور مفسر قرآن سید قطب شہیدؒ نے انتہائی جاندار مقدمہ لکھا ہے جس نے کتاب کے حسن کو دوبالا کردیا ہے۔مولانا نے اسلام کے مختلف موضوعات پر کم و بیش دوسو کتا بیں تصنیف کی ہیں جن میں کئی ایک چار پانچ جلدوں پر مشتمل ہیں۔مولاناؒ کے کارہائے نمایاں میں سب سے اہم ان کا اُمت کو ایک ہی لڑی میں پرونے کی انکی کوشش تھی جس میں مولاناؒ بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے ۔مسلم پرسنل لأبورڈ انہی کوششوں کا ایک نتیجہ تھاجس میں اُمت اسلامیہ ہندیہ کے کم و بیش تمام مکاتب فکر (شیعہ ،دیوبندیی،بریلوی،سلفی،جماعت اسلامی)کے لوگ شامل تھے اور اب بھی ہیں ۔ آپ نے ہندوستان کے ماحول کے موافق اور ہندو مسلم فسادات کو روکنے کے لئے تحریک پیام انسانیت کی بنیاد 1951ء میں ڈالی جس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندؤں اور عیسایٔوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد شامل تھی1959ءمیں مجلس تحقیقات و نشریات کی بھی بنیادڈالی ۔آپ رابطہ عالم اسلامی کے بنیادی رُکن بھی تھے۔مدینہ یونیورسٹی (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)کی تاسیس اور قیام کے وقت آپ اسکی مجلس شوریٰ کے ممبر طے پائے ۔ 1981ءمیں مولانا سید مودودیؒ کے بعد اسلام کی خدمات میں آپ کو شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازاگیا۔1981ءمیں کشمیر یونیورسٹی نے آپ کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازا اسکے بعد آخر تک کئی یونیورسٹیوں نے اس اعزازی ڈگری کی پیشکش کی مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔1983ءمیں آکسفورڈ کے مرکز دراسات اسلامیہ کے آپ صدر منتخب ہوئے ۔1984ءمیں ''رابطۃالادب الاسلامی العالمیۃ" کے قیام کے ساتھ ہی اس کے صدر قرار پائے ۔جنوری 1999ء میں عالمی حسن قرأت کے مقابلے کے موقع پر'' عظیم اسلامی شخصیت''کے وقیع ایوارڈ سے سرفراز کئے گئے جس کی قیمت سواکروڑ روپئے بنتی تھی اور آپ نے اسی موقعہ پر اس سے ''مدارس اسلامیہ ''میں تقسیم کرنے کا اعلان کردیا ۔اور۱۹۹۹ ؁ میں ہی آکسفورڈ اسلامک سنٹر کی طرف سے ''تاریخ دعوت وعزیمت ''کے سلسلے میں سلطان برونائی ایوارڈ سے نوازا گیا ۔عالم عربی کے ساتھ ان کے تعلقات بہت گہرے تھے ۔عرب علماء سے لیکر حکمرانوں اور عوام میں وہ برابر کے مقبول تھے ۔ مولاناؒ بھی کسی لگی لپٹی کے بغیر وہاں کے حکمرانوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتے اورٹوکتے تھے جبکہ آج بھی بہت سارے لوگ ہیں جو عربوں کے ٹکوں پر اپنے بڑے بڑے محلات تعمیر تو کرتے ہیں البتہ ان کی غلط پالیسیوں پر تنقید تو درکناران کی جبینوں پر شکن بھی نہیں دیکھے جاتے ہیں 1999 ءدسمبر تک شاید ہی کوئی قابل ذکر عرب حکمران ہو گا جس نے مولاناؒ کے ساتھ ملاقات کی خواہش نہ کی ہو۔مگر ہر ایسے موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے مولانا نے انہیں اُمت کو بھلانے کے مہلک مرض سے خبر دار کیا ۔

دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اُمت مسلمہ ایک وسیع ترین آبادی تو ہے مگر اس کے سامنے نہ کوئی واضح لائحہ عمل ہےاور نہ کوئی نصب العین موجود ہے بلکہ فی الوقت جس عظیم لیڈر کی اسے ضرورت ہے یہ سرے سے اس سے محروم ہے۔مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی□ اس قائد کے متعلق لکھتے ہیں[144] :ایسا مردِ کامل اور عبقری(GENIUS)جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ایک ایسی نئی شاہراہ کھولے جس میں ایک طرف وہ ایمان ہو جو محض نبوت کا فیض ہے،وہ دین ہو جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ□ کے ذریعہ اس اُمت کو عطا کیاہے،دوسری طرف وہ علم ہو جو کسی خاص ملک یا قوم یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ،وہ دین سے نیک خواہشات اور جذبات اخذ کرے جو انسانیت کی خدمت اور تہذیب کی تشکیل و تعمیر کے لئے سب سے بڑا ذخیرہ اور سب سے بڑی دولت ہے،وہ صحیح اور صالح مقاصد حاصل کرے جو صرف آسمانی مذہب اور صحیح دینی تربیت سے حاصل ہو سکتے ہیں ،اس کے ساتھ مغربی تہذیب کے وہ پیدا کردہ وسائل اور آلات حاصل کرے، جو اس کو طویل علمی سفر اور مسلسل سخت جدوجہد کے بعد حاصل ہو ئے ہیں ،لیکن ایمان اور ان نیک مقاصد کے فقدان کی وجہ سے ان سے صحیح فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکا بلکہ اس کو انسانیت کشی اور تہذیب دشمنی یا بہت حقیر مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے ۔

وہ عالی دماغ ،حوصلہ مند انسان جو مغربی تہذیب اور اس کے تمام نظریات انکشافات اور قوتوں کے ساتھ خام مال RAW) (MATERIALکا سا معاملہ کرے اور اس سے ایک نئی اور طاقت ور تہذیب کی عمارت تعمیر کرے،جو ایک طرف ایمان،اخلاق،تقویٰ،رحم دلی اورانصاف پر قائم ہو،دوسری طرف اس میں اس کی مخصوص ذہانت ،قوتِ ایجاداور جدتِ فکر جلوہ گر ہو ،وہ مغربی تہذیب کو اس نظر سے

نہ دیکھے کہ وہ تکمیل وترقی کے آخری مراحل سے گزرچکی ہے اور اس پر آخری مہر لگ چکی ہے ،اور اب اس میں کسی ترمیم واضافہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو جوں کا توں اور اس کے سارے عیوب کے ساتھ قبول کرنے کے سواکوئی چارہ کارنہیں ہے ،بلکہ وہ اس پر علحٰیدہ علحٰیدہ اجزاء کی حیثیت سے نظر ڈالے ،جس چیز کو چاہے رد کرے اور جس چیز کو چاہےاختیار کرے،اور پھر اس سے زندگی کا ایک ایسا ڈھانچہ تیار کرے جو اس کے مقاصد ،اس کے عقیدہ،اس کے مبادی اور اصول اخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو،اسلام نے اس کو زندگی کا جو ضابط ،دنیا کا جو مخصوص نقطہ نظر ،بنی نوعِ انسان کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے خاص احکام اور آخرت کے لئے مسلسل جدوجہد اور جہاد کا جو جذبہ عطا کیا ہے ،اس پر مبنی ہو اور اس کی زندگی وجود میں آئے جس کے متعلق قرآن نے شہادت دی ہے : مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ: **جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور ان کو آخرت میں بھی ان کے بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے [58]۔**

ایسا طریق حیات جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور اس عقیدہ پر مبنی ہو کہ وہ انسانیت کے لئے اسوہ کامل ،اس کے ابدی رہنما اور قائد ،اور قیامت تک کے لئے قابل تقلید نمونہ اور محبوب آقا ہیں ،ان کی لائی ہوئی شریعت زندگی کا دستور ،قانون سازی کی بنیاد ،اور وہ تنہا طریق زندگی ہے، جس کے ذریعہ دنیا و آخرت کی کا میابی حاصل ہو سکتی ہے ،اور اس کے علاوہ اللہ کو کوئی اور طریق زندگی قبول نہیں۔ وہ عالی دماغ اور حوصلہ مند انسان جو مغرب سے وہ علوم حاصل

---

[58] النحل : 97

کرے جو اس کی قوم اور ملک کے لئے ضروری ہیں ،جن کے اندر کوئی عملی افادیت ہے اور جس پر مغرب و مشرق کسی کی چھاپ نہیں ،وہ محض تجربی اور عملی علوم(SCIENCES) کہے جا سکتے ہیں ،قرونِ مظلمہ اور دین سے بغاوت کے دور میں (جب یورپ اپنا دماغی توازن کھو چکا تھا اور دینی حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے قابل نہیں تھا)ان علوم و نظریات پر جو گرد چڑھ گئی تھی ،اس کو وہ جھاڑ دے اور اس طرح ان کو صاف کرکے لے جس طرح خاک کے ڈھیر یا کیچڑ کے اندر سے کوئی ہیرا یا آبدار موتی حاصل کیا جاتا ہے ،وہ مفید علوم کو الحاد ،مذہب بیزاری اور ان غلط نتائج سے پاک اور آزاد کر کے حاصل کرے جو زبر دستی ان کے ساتھ لگا دیئے گئے ہیں ،وہ مغرب سے جن علوم و نظریات کو اخذ کرے ان میں ایمان کی روح پھونک دے اور ان کو دین کے گہرے رنگ میں غوط دے کر اپنا بنا لے اور ان سے عظیم اور انقلاب انگیز نتائج پیدا کرے جو انسانیت کے لئے زیادہ مفید ،اور بہتر ہوں اور ان نتائج سے کہیں زیادہ قیمتی ہوں جہاں اس کے مغربی استاد پہونچے تھے،اور جس کے آگے ان کے فکر و تخیل کی رسائی نہیں ۔

وہ شخص ،مغرب کو اپنا امام و رہنما اور خود کو اس کا مقلّد اور شاگرد اور خوشہ چیں تسلیم نہ کرتا ہو،بلکہ یہ سمجھے کہ وہ اس کا ایک رفیق سفر معاصر ہے ،جو مخصوص حالات کی وجہ سے بعض مادّی اور اقتصادی علوم میں اس سے سبقت لے گیا ہے،وہ اس کے ان تجربوں سے سبق لے ،لیکن نبوت نے جو روشنی اس کو عطا کی ہے اس کا اس میں اضافہ کرے اور یہ سمجھے کہ اگر اس کو مغرب سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے تو مغرب کو بھی اس سے بہت کچھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے ،بلکہ مغرب کو جو دے سکتا ہے وہ اس سے کہیں افضل اور بہتر ہے جو وہ خود مغرب سے لے سکتا ہے

،وہ کو شش کرے کہ اپنی ذہانت اور مشرق و مغرب اور مادی و روحانی قوتوں کو اس حسین امتزاج سے ایک ایسی شاہراہ اور ایک ایسا مسلکِ زندگی پیدا کرے جس کا احترام اور اس کی تقلید کرنے پر مغرب بھی مجبور ہو اور کاتب فکر اور تہذیبی دبستانوں میں ایک ایسے دبستان کا اضافہ کرے جو دنیا کے عظیم ترین مفکرین کو دعوتِ فکرو مطالعہ اور عظیم ترین قوموں کو دعوتِ عمل دے۔

یہ عالم اسلام یا کسی اسلامی ملک کے وہ عالی دماغ اور حوصلہ مند رہنما کا نمونہ ہےجو عالم اسلام میں (جہاں ہر طرح کے زعماء و قائدین کثرت کے ساتھ موجود ہیں)ابھی تک ناپید ہے،اور ایک حسین و دل کش خواب اور تخیل کی حیثیت رکھتا ہے،یہ بلند قامت دیو پیکر ہستی ہے ،جس کے پہلو میں اگر عالم اسلام کے فرد ومایہ نقّال و مقلّدو غاشیہ بردار رہنما کھڑے کر دیئے جائیں تو نہایت حقیر انسان معلوم ہوں اور فکر و نظر،عزم و حوصلہ اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بَونے یا بالشتے نظر آئیں ،مشرق کے وہ زعماء و قائدین جو نصف صدی کے عرصہ میں سامنے آئے ہیں کوئی اس بلند معیارپر پورا نہیں اترتا اور کوئی اس ضرورت کو پورا نہیں کرتا جو عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت بن گئی ہے اقبال نے صحیح کہا ہے کہ

نہ مصطفےٰ ،نہ رضا شاہ میں ہے اس کی نمود
کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی [59]

---

[59]مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش صفحہ نمبر :298

پانچواں باب

گُستاخانِ رسول قرآن کی نگاہ میں

حیرت انگیز طور پر بعض نام نہاد دانشور حضرات ہر ایسے موقع پر بے چین نظر آتے ہیں جب پیغمبروں اور آسمانی صحیفوں کی توہین کرنے والوں کو سزا دینے کا مطالبہ سامنے آتا ہے ۔مغرب میں توہین انبیاء کو گستاخی تصور ہی نہیں کیا جاتا ہے اور ایسے شیاطین کو سزا دینے کے مطالبے کو چٹکلوں اور مذاق میں بے اثر کیا جاتا ہے ۔اس کے برعکس اگر ان کے اپنے ملکی آئین کا معاملہ ہو اورپھر کسی نے اس کی توہین کا جرم سر انجام دیا ہو تو ایسے موقعہ پر ان ”انسانی حقوق کے چمپینوں“ کی زبان سےالفاظ اور دلائل کے انبار لگ جاتے ہیں حالانکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ سب سے پہلے مذہب اور مذہبی شخصیات کی توہین کرنے والوں کے متعلق سخت قوانین بنا ئے جاتے۔ مگر یہاں معاملہ اُلٹا ہے کہ جنگلی درندوں اور وحشی جانوروں کو ہر ملک کے آئین میں اب ”تحفظِ جان اور آبروئے ذات“تو حاصل ہے مگر انسانیت کے عظیم علمبرداروں اور اس کے تاجداروں کے لئے کسی قانون کی نہ ہی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور نہ ہی اس حوالے سے کبھی مغرب یا مشرق میں سنجیدہ گفتگو کا آغاز کیا جاتا ہے ۔

مغرب کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔مگر جس دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے یعنی عالم اسلام جس کے زیر سایہ 57 کے قریب ممالک آباد ہیں کو اس حوالے سے

ایک سخت اور مؤثر قانون کی فوری ضرورت ہے ۔مگر المیہ یہ ہے کہ مغربی ملحد دانشوروں کے بعدبعض مسلمان دانشوروں نے اب ایک نئی بحث کا آغاز کرتے ہوئے اُمت مسلمہ کے چودہ سو سالہ موقف کو رد کر کے توہین رسالت □کے مجرمین کوسزا کے برعکس ”دعوت دین “کے لبادے میں ”تحفظِ جان“ کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے۔اور اس نازک مسئلے کو ایک مختلف زاویہ نگاہ سے پیش کر کے نہ صرف جمہور کے متفق علیہ فیصلے سے انکار کیا ہے بلکہ علم و دعوت کے نام پر اُمت مسلمہ میں نئے نئےفتنوں کا دروازہ کھول کر لکھے پڑھے نوجوان طبقے کو مضطرب اور بے چین کردیاہے ،اس لئے کہ ان کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ دونوں میں سے کس کی رائے قرآن و سنت سے قریب تر ہے۔جس کا ہم آگےجائزہ لیکر اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ دور حاضر کے ان علماء کا اصل منشا کیا ہے جنہوں نے گستاخوں کو سزا نہ دینے کی علم بلند کر رکھی ہے ۔کہنے کو تو یہ لوگ زمانہ درازسےیہی کہتے آرہے ہیں کہ غیر مسلم کفار نے جس طرح مکہ معظمہ میں حضور□کی حیات مبارکہ میں ان کی توہین کی اور آپ نے انھیں سزا دینے کے برعکس معاف کردیا تو اب اس معاملے پر خلافِ سنت نبوی□ علماءِ کرام کی رائے کو کیوں قبول کیا جا سکتا ہے؟اور پھر اس کے لئے وہ سبھی واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے عفو و درگزر کا پہلو نمایا ں نظر آتا ہے ۔مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ان دوستوں نے اس کے لیے ایک خاص ذہن بنا نے کے بعد دوسروں کی بات نہ سننے یا ان کے استدلال کو غیر علمی استدلال کی گولی سے بے اثر کرنے کا عزم صمیم کیا ہے حالانکہ حق یہ ہے کہ حضور□ کی حیات طیبہ کے دو روشن ادوار ہمارے سامنے ہیں مکہ معظمہ کا دور اور مدینہ طیبہ کا دور ۔ایک میں آپ داعی نظر آتے ہیں جبکہ دوسرے دور مبارک میں ایک عظیم داعی کے ساتھ ساتھ آپ□ ایک کامل حاکم بھی دکھائی دیتے ہیں ۔اسلام اپنے پورے جمال و کمال

کے ساتھ مدینہ میں نظر آتا ہے جبکہ مکی دور پورے کا پورا صرف دعوتی دور تھا ،مدینہ میں اسلامی زندگی اور حقوق کا پورا نقشہ سامنے آتا ہے اسی دور میں آپ ﷺ نے وہ حقوق بھی بیان کیے جن کی رو سے اُمت مسلمہ گذشتہ **1400**سال سے توہین رسالت کے مجرمین کو قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچاتی آئی[151] ہے اور یہی وجہ ہے کہ وحید الدین خان صاحب اور غامدی صاحب سے پہلے کسی نے بھی اسلاف کے اس طریقے کو خودساختہ یا غیر شرعی قرار نہیں دیا ہے۔ہم اس باب میں قرآن ،حدیث ،فقہ اوراُمت مسلمہ کے **1400** سالہ متواتر عمل کو پیش کریں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ توہین رسالت ﷺکے مجرمین کے معاملے میں اُمت مسلمہ کا عمل ابتدا ء سے لیکر آج تک ایک جیسا رہاہے یہی وجہ ہے کہ ہم اس سے تامل اُمت مانتے ہو ئے ناقابل تنسیخ سمجھتے ہیں۔

توہین رسالت کی شناعت قرآن میں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ[60] ،

اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَاۖ فاوحىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ [61]

---

[60]سورۃ الحجرات-1
[61]سورۃ الابراھیم -13

اور کافر لوگ پیغمبروں سے کہنے لگے :ہم بہر صورت تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے مذہب میں لوٹ آنا ہوگا،تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کردیں گے-وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ[62]**جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا :اے میری قوم!تم مجھے اذیت کیوں دیتے ہوحالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں ،پھر جب انھوں نے کج روی جاری رکھی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا -** إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ [63]**بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو)اللہ کی راہ سے روکااور رسول اللہ(ﷺ)کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا -**وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ [64]**بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کیطرف بھیجا تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو:اللہ کی عبادت کرو اس کے سواتمہارا کوئی معبود نہیں ہے،کیا تم نہیں ڈرتے ؟تو ان کی قوم کے سردار جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے یہ شخص محض تمہارا ہی جیسا ایک بشر ہے یہ تم پر اپنی برتری قائم کرنا چاہتا ہے ،اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا،یہ بات ہم نے اپنے اگلے آباواجداد میں نہیں سنی ،یہ شخص سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اسے دیوانگی(کا**

---

[62]سورۃ الصف-5

[63]سورۃ محمد32

[64]سورۃ المؤمنون-23تا25

مرض لاحق ہوگیا)ہےسو تم ایک عرصہ اس کا انتظار کرو ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَاكَذَّ بُونِ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غثاء فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [65]**یہ تو محض ایسا شخص ہے جس نے اللہ پرجھوٹا بہتان لگایا ہےاورہم بالکل اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں رسول نے کہا "پروردگار"ان لوگوں نے جومیری تکذیب کی ہے اس پر اب تو ہی میری نصرت فرماجواب میں ارشاد ہوا قریب ہے وہ وقت جب یہ اپنے کیے پر پچھتا یئں گےٗآخر کارٹھیک ٹھیک وقت کے مطابق ایک ہنگامہ عظیم نے ان کو آلیا اور ہم نے ان کو کچرا بنا کر پھینک دیا دور ہو ظالم قوم**-وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا[66]**اور جو شخص رسول(ﷺ)کی مخالفت ہدایت واضح ہونے کے بعد کرے اور وہ مؤمنین کی راہ کے برعکس راستے کی پیروی کرے ،تو اس کو اسی(گمراہی) کی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ (خود)پھر گیا ہےاور (بالآخر)اسےدوزخ میں ڈالیں گے ،اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔** يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ[67]**اے ایمان والو! (نبیﷺ کواپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے)راعنا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے)انظرناکہا کرواور بغور سنتے رہا کرو ،اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے ۔** وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيِقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُواْ مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [68]**اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں**

---

[65]**سورۃ المؤمنون-38تا41**
[66]**سورۃ النساء – 115**
[67]**سورۃ البقرۃ- 104**
[68]**سورۃ التوبۃ 61**

کا کچاہے۔ (ان سے) کہہ دو کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ایسا ہے۔ وہ خدا پر ایمان اور مومنوں کی بات پراعتماد کرتا ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسررحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول خدا کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے عذاب الیم (تیار) ہے ۔

دین میں طعن کرنے کی سزا:

وَإِن نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ[69] **''اور اگروہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں توتم کفر کے سرغنوں سے جنگ کر وبے شک ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں تاکہ وہ باز آجائیں''۔اس آیت میں طعنہ زنی کرنے والوں کو قتل کرنے کا حکم بالکل واضح الفاظ میں نازل ہوا ہے اور اس میں کسی تخصیص کے برعکس براہ راست جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ طعنہ زنی کرنے والوں کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا ۔دین میں طعنہ زنی کرنے والوں میں "مسلم اور غیر مسلم "کی تخصیص کی بھی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر کسی کو معاف کرنے کی راہ نکال لی جاتی اور کسی کو سزا دی جاتی ،چونکہ**

---

[69] **سورة التوبۃ-12**

توہین رسالت □دینِ اسلام میں سب سے بڑی طعنہ زنی ہے لہٰذا ایسے لوگوں کو معاف کرنے کے برعکس براہ راست قتل کردیا جائے گا ۔ بعض حضرات توہین رسالت □ کے ضمن میں غیر مسلموں کی جہالت عامہ کو نظر میں رکھتے ہو ئے انہیں معاف کرنے کی وکالت کرتے ہیں ،توہین رسالت چونکہ بہت پرانا مسئلہ ہے جس پر جمہورعلما ءنے قتل کا فتویٰ صادر کیا ہے لہٰذا پہلے ہم قدیم علما ءکی چند آرا پیش کریں گے تاکہ بات واضح ہو جائے کہ قدیم علما ءاس معاملہ میں کتنا واضح اوربے ابہام موقف رکھتے تھے۔

مفسرین قرآن کی آرأ:

اب یہاں پر اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم قرآن مقدس کے ماہرین جنہیں ہم مفسرین کہتے ہیں کی بھی آرأ کو جان لیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ توہین رسالت□ جیسے فعلِ شنیع کے متعلق ان کے کیا خیالات ہیں اور دین کے اس اہم اور معتمد طبقے کے اس مسئلے پر تصورات سے بھی واقفیت ہو جائے۔

امام نسفی□[70] کی رائے:لکھتے ہیں

وقالوا:إذا طعن الذمي في دين الإسلام طعناً ظاهراًجاز قتله لأن العهد معقود معه على أن لا يطعن فإذا طعن فقد نكث عهده وخرج من الذمة۔

[70]علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفیؒ 710ھ میں پیدا ہوئے آپ مشہور مفسر ،متکلم اور فقیہ تھے آپ کی مشہور تصانیف میں کشف الاسرار ،کنز الدقائق اور تفسیرمدارک التنزیل و حقائق التاویل ہے ، یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے، جامعیت اور پیرایۂ بیان کی دلکشی میں منفرد ہے، اس مینگمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ کی بھی بھرپور تردید کی گئی ہے ۔

علما ءنے کہا ہے کہ جب ذمی دین اسلام میں طعنہ زنی کرے اور وہ طعنہ زنی ظاہر ہو تو اس کا قتل جائز ہوجاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ عہد کیا ہی اس بنیاد پر جاتا ہے کہ وہ ہمارے دین میں طعنہ زنی سے کام نہ لے،پس جب وہ طعنہ زنی کرے گا تو اس نے اپنے عہد کو توڑدیااور ذمہ سے نکل گیا [71]۔

156

امام رازی□ [72]کی رائے:لکھتے ہیں : قال الزجاج:هذه الآية توجب قتل الذمي إذا أظهر الطعن في الإسلام ، لأن عهده مشروط بأن لا يطعن ، فإن طعن فقد نكث ونقض عهدهم **زجاج نے کہا یہ آیت ذمی کےقتل کو واجب کرتی ہے جب وہ اسلام میں طعن کو ظاہر کرے کیونکہ اس کا عہد اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ طعن نہ کرے پس اگر اس نے طعنہ زنی کی تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا[73]۔**

امام ابن کثیر□ [74]کی رائے: لکھتے ہیںومن هاهنا أخذ قتل من سب الرسول، صلوات الله وسلامه عليه، أو من طعن في دين الإسلام أو ذكره

---

[71]مدارك التنزيل وحقائق التأويل (تفسير نسفی) سورة التوبہ ،آیت نمبر12 ،جلد:2،صفحہ نمبر:80

[72]امام فخرالدین رازیؒ (ولادت 544ھ وفات 606ھ) کی تفسیر کبیر کی اہمیت سے اہلِ علم واقف ہیں، موصوف چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں، ان پر معقولات کا غلبہ تھا، تفسیر میں بھی وہی رنگ ہے، ان کی کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد ہے، ان کے والد مرحوم ضیاء الدین عمر خطیب سے معروف تھے، وہ بھی بہت بڑے عالم اور صاحبِ تصنیف تھے، تفسیر کبیر میں مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہے

[73]تفسیر رازیؒ،سورة التوبہ،جلد:15،صفحہ نمبر187

[74]حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (700ھ تا 774ھ) کی ’’تفسیر القرآن الکریم‘‘ اہلِ علم کے نزدیک سب سے قابلِ اعتماد تفسیر ہے، اس کو عرف میں لوگ تفسیر ابن کثیر ہی کہتے ہیں، ان کا نام اسماعیل، کنیت ابوالفداء اور لقب عماد الدین ہے، تفسیر، حدیث، تاریخ میں ا ہلِ علم ان پر اعتماد کرتے ہیں، اساطین علمائے امت نے ان کی علمی قدرومنزلت کا کھل کر اعتراف کیا ہے اور تصانیف کو بڑے اونچے الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیاہے، موصوف کی زندگی میں ہی چہار دانگِ عالم میں تصانیف پہنچ چکی تھیں، قرآنِ پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ سیوطیؒ نے فرمایا: لَمْ يُؤَلَّف

بتنقص اور یہاں سے اس کے قتل پر استدلال کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو نعوذباللہ گالی دیتا ہے یا جس نے دین اسلام میں طعنہ زنی کی یا آپ ﷺ کا ذکر تنقیص کے ساتھ کیا[75]۔

امام محمود آلوسی بغدادیؒ[76] کی رائے:

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں : ومن ذلك الطعن بالقرآن وذكر النبي صلى الله عليه وسلم وحاشاه بسوء فيقتل الذمى به عند جمع مستدلين بالآية سواء شرط انتقاض العهد به أم لا . وممن قال بقتله إذا أظهر الشتم والعياذ بالله مالك والشافعي وهو قول الليث وأفتى به ابن **الهمام** **اور اس میں قرآن اور نبی کریم ﷺ کے ذکر میں طعنہ زنی کرناشامل ہے اور آپ ﷺ کو برائی کے ساتھ کم سمجھنا ہے ،تو تمام کے نزدیک ذمی کو اس وجہ سے قتل کیا جائے گا ،وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ،چاہے اس کے ساتھ عہد کے ٹوٹنے کی شرط ہو یا نہ ہو ۔جب وہ نعوذ باللہ گالی دینے کا اظہار کرے تو اس کو قتل کرنے کا قول مالکؒ اور شافعیؒ کا ہے اور یہی قول لیثؒ کا ہے اور اسی پر ابن ہمامؒ نے فتویٰ دیا ہے[77]۔**

على نَمْطٍ مثلاً (اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی) اور یہ واقعہ ہے کہ آج بھی اسلامی کتب خانہ میں کوئی تفسیر ایسی نہیں ملتی،جو حافظ ابن کثیر کی تفسیر کا مقابلہ کرسکے۔

[75] تفسیر ابن کثیرؒ(تفسیر القرآن العظیم) ۔جلد4،صفحہ-116

[76] محمود شهاب الدين ابو الثناء الحسيني الآلوسي 1217ھ میں ولادت ہوئی،1270 ھ میں انتقال ہوا۔آپؒ بلند پایہ مفسر،محدث، فقیہ، وادیب، اورشاعرتھے آپ کثیر التصانیف عالم تھے ،نشوة الشمول في السفر إلى إسلامبول وهو عن رحلته إلى الإستانة،نشوة المدام في العودة إلى دار السلام،غرائب الاغتراب،دقائق التفسير،رسالة في الجهاد،المقامات الآلوسي وغیرہ میں سب سے مشہور آپ کی تفسیر" روح المعاني في تفسير القران العظيم والسبع المثانی " مانی جاتی ہے ۔

[77] روح المعانی ۔آلوسیؒ:سورة التوبہ آیت نمبر:12،جلد نمبر10،صفحہ نمبر58

امام زمخشری[78] کی رائے: لکھتے ہیں وقالوا:إذاطعن الذمي في دين الإسلام طعناً ظاهراً،جاز قتله لأن العهدمعقود معه على أن لا يطعن،فإذا طعن فقد نكث عهده وخرج من الذمّة **:علماءنے کہا ہے کہ جب ذمی دین اسلام میں طعنہ زنی کرے اور وہ طعنہ زنی ظاہر ہو تو اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ عہد کیا ہی اس بنیاد پر جاتا ہے کہ وہ ہمارے دین میں طعنہ زنی سے کام نہ لے ،پس جب وہ طعنہ زنی کرے گا تو اس نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور ذمہ سے نکل گیا[79].**

امام بغوی کی رائے: وَطَعَنُواْ،قدحوا { فِى دِينِكُمْ } عابوه. فهذا دليل على أن الذمي إذا طعن في دين الإسلام ظَاهِراً لا يبقى له عهد **:لکھتے ہیں "کہ جب ذمی دین اسلام میں طعن کرے گا تو اس کےلئے کوئی عہد و پیمان باقی نہیں رہتا ہے" . اکثر معترضین یہی سمجھتے ہیں کہ ذمی کے قتل میں اس کا عہد حائل رہتا ہے حالانکہ اس کی شرارت سے سب سے پہلے اس کا عہد ہی ختم ہو جاتا ہے[80] .**

امام ثعالبی کی رائے: { وَإِن نَّكَثُواْ أَيْمَٰنَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمْ... } الآية، ويليق هنا ذكْرُ شيء مِنْ حُكْمِ طعن الذميّ في الدِّين، والمشهورُ من مذْهَب مالِكٍ: أنه إذا فعل شيئاً من ذلك؛ مِثْلُ تكذيبِ الشريعة، وسبِّ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قُتِلَ: **مالکیوں کے**

---

[78] ابو القاسم محمود بن عمر بن محمد بن عمر الخوارزمي الزمخشري ان کا نام تھا،علامہ زمخشریؒ کے نام ہی سے مشہور ہیں ،ماہ رجب 467ھ میں زمخشر میں پیدا ہوئے ،آپ بہت بڑے مصنف اور نامورمفسر تھے آپ کی تفسیر الکشاف ساری دنیا میں بہت مشہور ہے آپ کا انتقال 538ھ میں جرجان کے مقام پر مکہ سے واپسی پر ہوا.

[79] تفسير الكشاف،سورة التوبة آيت نمبر12،جلد2،صفحہ نمبر238

[80] تفسير معالم التنزيل:جلد4،صفحہ نمبر:17

نزدیک اگر ذمی ایسا کرتا ہے جیسے تکذیب شریعت اور حضور نبی کریم □ کے متعلق کوئی بری بات تو اس کو قتل کردیا جائے گا[81].

علامہ نیسابوری □ کی رائے:

قال العلماء : إذا طعن الذمي في دين الإسلام طعناً ظاهراً جاز قتله: وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ:وقال الزجاج: "وهذه الآية توجب قتل الذمي إذا أظهر الطعن في الإسلام؛ لأن العهد معقود عليه ألا يطعن فإن طعن فقد نكث۔**علماء کا کہنا ہے جب دین اسلام میں ذمی طعن کرے گا تو اس کا قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے اور زجاج نے اس آیت کے متعلق فرمایا ہے کہ جب ذمی اسلام میں طعن کرے گا تو اس کو قتل کرنا واجب ہو جائے گا،اس لئے کہ عہد اس کو طعن نہ کرنے کا پابند کرتا ہے اور جب وہ طعن کرتا ہے تو اس کا عہد ہی ختم ہو جاتا ہے [82].**

امام قرطبی □ [83]کی رائے:

اپنی تفسیر "جامع الاحکام القرآن" میں اسی آیت إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا **کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ** "أجمع عامّة أهل العلم على أن من سبّ النبيّ صلى الله عليه وسلم عليه القتل. وممن قال ذلك مالك والليث وأحمد وإسحاق، وهو مذهب الشافعيّ"**اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو نبی پر سب و شتم کرے اسے**

---

[81]تفسیر الکشف والبیان:جلد2،صفحہ نمبر118

[82]تفسیر النیسابوري:جلد4 صفحہ نمبر116

[83]آپ کا نام محمد بن احمد بن ابي بکر بن فرح ہے،آپ قرطبہ اندلس میں پیدا ہو ئے ،آپ نے قرآن ،علوم عربیہ اور اس کے قواعد سیکھنےمیں کمال حاصل کیا،آپ باکمال مفسر قرآن ،جلیل القدر محدث اور بلند پایہ فقیہ بھی تھے ،آپ کی تفسیر کا نام "الجامع لاحکام القرآن"ہے مگرعام و خواص میں "تفسیر القرطبی"سے ہی مشہور ہے،آپ مسلکاً مالکی تھے آپ کی تفسیر بارہ جلدوں میں باربارشائع ہوچکی ہے آپ کا انتقال 671ھ میں ہوا ہے ۔

قتل کیا جائے گا اور یہ کہا امام مالکؒ و لیثؒ اور امام احمدؒ و اسحٰقؒ نے اور یہی مذہب ہے امام شافعیؒ کا[84] ۔

مفتی محمد شفیع عثمانی[85] کی رائے:

تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں :جو شخص رسول اللہ کو کسی طرح کی ایذاء پہنچائے ،آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحتًا یا کنایتًا وہ کافر ہوگیا،اور اس آیت کی روسے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی کذا قال القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری[86] ۔

مولانا امین احسن اصلاحی [87]کی رائے:

ا تفسیر تدبر قرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں :یہ ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا جو اللہ کے رسول کی دل آزاری اور توہین

---

[84] تفسیر القرطبی،سورۃ التوبۃ آیت 9 تا 12 ،جلد:8 ،صفحہ نمبر:82

[85] آپ کی پیدائش 1897ء میں دیوبند میں ہوئی آپ کو دارالعلوم دیوبند کے باکمال فضلا میں شمار کیا جاتا ہے ، آپ تحریک پاکستان کے ایک اہم رہنما اور مفتی اعظم پاکستان تھے،آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی دعوت پر اپنا آبائی وطن دیوبند چھوڑ کر پاکستان ہجرت کی،آپ کا شمار دارالعلوم دیوبند کے اہم اساتذہ میں ہوتا تھا۔ پاکستان آکر سب سے سے پہلے پاکستان میں دستور سازی کے عمل میں شریک ہوئے اورمحمد علی جناح کے وعدوں کے مطابق پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے راہ ہموار کیں،آپ نے کراچی کے علاقے کورنگی میں ایک وسیع و عریض مدرسہ جامع دارالعلوم کراچی قائم کیا جو آج پاکستان کا سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے۔آپ نہ صرف مفتی تھے بلکہ مفسر اور محدث بھی تھے آپ کی تفسیر معارف القرآن آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔آپ کا انتقال 1976ء میں ہوا۔

[86] معارف القرآن جلد۔7،صفحہ نمبر ۔229

[87] مولانا امین احسن اصلاحی مدرسہ فراہی کے ایک جلیل القدر عالم دین ، مفسر قرآن اور ممتاز ریسرچ اسکالر تھے آپ 1904ء میں پیدا اور 1997ء میں وفات پائی ،آپ امام حمید الدین فراہیؒ کے آخری عمر کے تلمیذ خاص سمجھے جاتے ہیں ،آپ بہت بڑے مفکر تھے ،آپ کاتفسیر اور حدیث میں بہت گہرا علم تھا ،آپ کی تفسیر ”تدبر قرآن“جو نو جلدوں پر مشتمل ہے کو علمی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ،آپ جماعت اسلامی کے اولین رہنماؤں میں سے تھے بعد میں بعض علمی اختلافات پر جماعت سے الگ ہو کر تصنیف و تالیف کے لئے یکسو ہو گئےتھے۔

کے مرتکب ہو رہے تھے۔فرمایا کہ رسول کو ایذا ءپہنچاناخود اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے رسول خدا کا محبوب اور اس کا نمائندہ ہوتا ہے اور خدا اور اس کے فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں تو جن کا رویہ ان کے خلاف ہوگا وہ لازماَ خدا اور اس کے فرشتوں کے مخالف اور خدا کو ایذاء پہنچانے والے ٹھہرے ،ان کی اس حرکت کی پاداش میں ان پر دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کی لعنت ہے یہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے اور آخرت میں بھی ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار ہے ۔یہ امر یہاں خاص طور پر ملحوظ رہے کہ ان کو آخرت کے عذاب سے پہلے اس دنیا میں بھی عذاب کی دھمکی دی گئی یہ اس سنت اللہ کی طرف اشارہ ہے جو رسولوں کے مخالفین کے لیے بیان ہو چکی ہے۔[88]

ان اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شاتم رسول ﷺ کوہر حال میں قتل کردیا جائے گا چاہئے کہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو سوائے اس کے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور اسلام قبول کرے ،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءهُمْ أَوْ أَبْنَاءهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
تم کوئی ایسی قوم نہیں پا سکتے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ دوستی رکھے ان سے جو اللہ اور اس کے رسول سے برسر مخالفت ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا اہل کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک فیضان خاص سے ان کی تائید فرمائی ہے اور ان کو داخل کرے گا ایسے باغوں میں جن کے اندر نہریں جاری ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا

[88] تدبر قرآن جلد،6،صفحہ -228،227

اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی لوگ اللہ کی جماعت ہے، سن رکھو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان صحابہ کبار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں اپنے قریبی رشتہ داروں کو حضور کی محبت میں قتل کردیا تھا اور یہ رشتہ دار حضور کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے[162]   ارشاد الہٰی ہے : "إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللہَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللہُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا " جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔سورۃ الاحزاب کی آیت ان لوگوں کی طعن میں اتری ہے جنہوں نے آپ کو صفیہ بنت حیی بنت اخطب سے نکاح پرہدف تنقید بنایا تھا(جامع البیان از امام طبریؒ) یہ ان لوگوں کے لیے اتری ہے جو حضور کو حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب سے نکاح کے سلسلے میں طعن کا نشانہ بناتے تھے(العیاذ باللہ)اور ظاہری طور پر یہ آیت عام ہےہر اس چیز کے سلسلے میں جوآپ کو ایذا پہنچائے (تفسیر القرآن الکریم از امام ابن کثیرؒ)۔

ضمیمہ

میری پہلی کتاب کا بائیکاٹ کیوں؟[163]

مصنف چھوٹا ہو یا بڑا اس کی متاع عزیز اس کی تصنیف ہوتی ہے جو کسی مقصد کو مدِ نظر رکھ کر خونِ جگر سے لکھی جاتی ہے اب مقاصد اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ،مگر ان کا پیمانہ اور میعار مختلف ہوتا ہے ضروری نہیں ہے کہ جومجھے پسند آئے ساری دنیا اس کی دیوانی ہو جائےاور نہ ہی یہ کوئی اصول ہے کہ جس کی دیوانی دنیا ہو میں بھی اس کی بزرگی کا معترف ہو جاؤں ،ہر مصنف کی اپنی الگ دنیا ہو تی ہے اسی طرح لکھنے اور بات کرنے کے اصول بھی الگ الگ اور باہم مختلف بھی ہوتے ہیں مگر ابلاغ کے لیے دنیا میں فی الوقت کوئی اصول متعین نہیں ہے دنیا کا میڈیا صرف اپنا فائدہ دیکھ کر چیزوں کو رد یا قبول کرتا ہے جس کی تازہ مثال مغربی دنیا کاجناب محمد عربی کی شان میں گستاخانہ خاکوں سے لیکر innocence of muslimsجیسی توہین آمیز فلم تک کی حوصلہ افزائی کرنا پیش کی جا سکتی ہے ۔یہ تو مغربی دنیا کی مثال ہے جہاں تک مسلم دنیا یا مسلمانوں کے اخبارات کا تعلق ہے ان میں بھی کوئی ایسامیعاری‘‘ ردوقبول’’ کااصول نظر نہیں آتا ہے جس کی بنیاد پر ہم یہ دعویٰ کرتے کہ مغرب کی گندھی اور ڈھیٹ صحافت کو مسلمان

صحافیوں کے اعلیٰ اصولوں اور اخلاقیات کی تقلید کرنی چاہئے ہمارے ہاں بھی بنیادی طور پر صحافت کے لیے مغربی میڈیا کے اصول اپنا ئے جاتے ہیں فرق صرف الفاظ اور تعبیرات کا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہم ان کے اصولوں کو ماڈیفائی کر کے انھیں اسلامی اصول سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں ۔[164]

میرا موضوع ہے میری کتاب کا بائیکاٹ کیوں؟جس کتاب کا نام ہے" کشمیر عیسائی مشنریز کے نشانے پر،ارتداداسباب اور علاج"ہے یہ کتاب میں نے سال 2012ءمیں لکھی اور اسی سال شائع ہو کر مارکیٹ میں آیا چاہتی تھی کہ پے در پے ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ نہ صرف میں بلکہ سارے دوست واحباب سخت رنجیدہ ہو گئے اور یہ رنجیدگی کوئی خودساختہ نہیں تھی بلکہ ایک ایسی حقیقت تھی جس کو ہمارے نظر انداز کرنے سے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا ۔حق یہ ہے کہ مجھے مصنف بننے یا کہلانے کا کوئی شوق نہیں تھا مجھے اندازہ تھا کہ گیارہ سال کے مسلسل اخبارات اور جرائد میں ہر طرح کے موضوعات پر سینکڑوں مضامین لکھنے کے بعد میں اس قابل ہو چکا ہوں کہ چند چیزیں جمع کر کے انھیں ایک چھوٹے سے کتابچہ کی شکل میں شائع کرنا کوئی مذاق نہیں بن جائے گا مگر یہ دنیا بڑی عجیب ہے کہ آپ سوچتے کچھ ہیں جب کہ آ پ کے نصیب میں اس کے برعکس کچھ اور ہوتا ہے ،اور پھر مجھے ان چیزوں کی کوئی واقفیت بھی نہیں تھی۔پرانے زمانے میں کتاب نقل در نقل نسل در نسل منتقل ہوتی تھی جب کہ آج اس کے برعکس کتاب گھنٹوں میں چھپ کر آتی ہے کہ بس پڑھنے والوں تک

پہنچانے کی دیر ہو تی ہے البتہ ترقی کے دور میں ہر کتاب کے لیے یہ ضروری ہے کہ قارئین کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ کتاب مارکیٹ میں آچکی ہے اور اس کڑی کو پورا کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہار شائع کیا جانا ضروری ہے ۔

165

جی ہاں کتاب کو پڑھنے والوں تک پہنچانے کے لیے انھیں اس کی اطلاع کرانا ضروری ہوتاہے جو اخبارات میں اشتہار شائع کئے بغیر ممکن نہیں ہوتاہے مگر سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ جب اخباری دنیا ہی کسی کتاب کے اشتہار شائع کرنے میں روڑے اٹکائے تو آپ کیا رائے قائم کر سکتے ہیں؟ یہی نا کہ یہ کتاب ہی ایسی زہر یلے مواد پر مشتمل ہوگی جس کی خبریا اشتہار دینے سے قیامت برپا ہو گی لہٰذا وسیع تر انسانی مفاد میں وہی بہتر ہوگا جو " قلم کاغذ کے پاسبانوں"نے انسانیت کی ہمدردی میں کیا ہو گا !!!اور بالکل یہی کچھ میری کتاب کے ساتھ پیش آیا جب میرے قریبی صحافی دوستوں نے ہی کتاب کے اشتہار کے لیے کشمیر کے نامی اخبارات سے رابط کیا تو پہلے "ہوں ہاں"پھر"مشورے کے بعد بتا دیں گے"تیسرے روز جواب ملا:" دیکھ لیں گے "اور بالآخرانھوں نے حتمی جواب یہ دیا کہ جی کتاب کا اشتہار شائع نہیں ہو سکتا ہے ۔ میرے دوستوں نے پوچھا کیوں ؟

جواب ملا اوپر سے اجازت نہیں ملی؟؟

پہلے مجھے اندیشہ تھا کہ شایدیہ لوگ پیسے کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ انھیں اس بات کا تردد ہوگا کہ ہم قلمکاری کو بنیاد بنا کر اشتہارات پرپیسہ کم دیں گے جب کہ میرے صحافی دوستوں نے انھیں از خود یہ بات بتا دی کہ ہم اشتہار پر دوگنی قیمت دیں گے مگر اس کے باوجود

’’لوح و قلم ‘‘کے ان ’محافظوں‘ نے ایک بھی نہیں سنی اور دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے حضرات نے بھی ان کی نقالی کر کے اشتہار ات کی اشاعت سے مکمل طور پر انکار کردیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری کتاب جس کے متعلق اندازہ یہ تھا کہ موضوع کے اعتبار سے کسی ٹھہراؤ کے بغیر ہزاروں تک نکل جائے گی مگر ہمیں جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا[166] کہ ایک سال کا پورا عرصہ گذر جانے کے باوجود کتاب کی اشاعت کے متعلق کسی کو بھی اس کی بابت واقفیت نہیں ہے اور جو کتاب ہم نے ایک ’’عظیم دینی مقصد اور مشن ‘‘کے پیش نظر شائع کی تھی وہ صرف اور صرف ایک اخباری ’’نا‘‘سے تتر بتر ہوگیا ۔مجھے نہیں معلوم اس سے قبل کسی مصنف کی کتاب کے ساتھ اس طرح کا حادثہ پیش آچکا ہے یا نہیں مگر جب میرے ساتھ یہ پیش آگیا تو میری زبان سے بے ساختہ نکلا ’’ابن مریمؑ سلام آپ اور آپ کی پاکباز ماںؑ پر‘‘آپ کے جھوٹے پیروکاروں نے محمد کے پیروکاروں کو کس سطح پر لا کھڑا کیا ہے کہ انھیں ڈر محسوس ہوتا ہے کہ اگر انھوں نے ’’کشمیر عیسائی مشنریز کے نشانے پر ‘‘نامی کتاب کا اشتہار شائع کردیا تو مصنف کے بدلے وہ نشانے پر آجائیں گے!!!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس اندیشے کی کوئی حقیقت ہے ؟یا یہ ایک جھوٹا خوف ہے جو کشمیر کے قلمکاروں پر طاری کر کے ان کے سامنے ایک متعین لائین کھڑی کردی جاتی ہے کہ وہ اتنی لمبی اُڑان بھرنے کی کوشش نہ کریں کہ ان کے پر کاٹنے کی نوبت آجائے میں نے کشمیر کے نامی مصنفین اور قلمکاروں سے اس حوالے سے بات کی تو معلوم ہواکہ یہ ایک جھوٹا اور فریب پر مبنی ڈرہے جو حقیقت میں موجود تو نہیں ہے

البتہ دو وجوہ سے پھیلایا جا رہا ہے ایک یہ کہ تاثر یہ دیا جائے کہ ہندوستان کی حکومت اخباری مالکان کے پیچھے لٹھ لے کر کھڑی ہے اور وہ انھیں حرکت کا بھی موقعہ فراہم نہیں کرتی ہے تاکہ اس نام پر آزادی پسند حلقوں میں اپنے آپ کو ایک مظلوم دلی کے مظالم سے پریشان صحافی یا اخباری مالک کے طور پر پیش کیا جائے اس طرح آزادی پسند حلقوں سے قربت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور انھیں پھر نظر انداز کرنے کی گنجائش بھی نکل آتی ہے ،دوسرا یہ کہ اس طریقے سے ان حلقوں سے بھی داد وصول کی جاتی ہے جو حلقے ان حرکتوں پر بسااوقات نوازتے بھی ہیں اور رہی بات مصنف کی تو اس کا منہ ایک ہی جملے سے بند کیا جاتا ہے کہ جناب یہ ''ہندوستان ''ہے، رہی بات سچائی اور جھوٹ کو آپس میں گڈ مڈ کرنے کی تو اس کی یہاں 1990ء سے مکمل مہلت میسر ہے اس لیے کہ زیر زمین جنگ اور تنظیموں کی برکت کے نتیجے میں جو جس طرح چاہتا ہے کہہ دیتا ہے اس لیے کہ باز پرس ہی کہاں ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ ہو جائے ،ہاں ایک فائدہ تو بالکل واضح نظر آتا ہے کہ اس ''ہواکھڑاکرنے سے''سب خوش ہو جاتے ہیں سوائے ایک کمزور لکھار کے جس کو اس کی دماغ سوزی اور قلمکاری کی سزا صرف اس لیے ملتی ہے کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے کسی تک اپنی بات پہنچانا چاہتا ہے مگر وسائل کی کمی یا عدم دستیابی بسااوقات سونے کو بھی کوڑے دان میں سڑ جانے پر مجبور کرتی ہے ۔

میں نے دوسرے مرحلے میں ایک حیرت انگیز تجربہ یہ کیا کہ کتاب ان حضرات تک پہنچا دی جائے جو سیکولر

،لبرل اور نہ جانے کیا کیا ہیں اس لیے کہ جب کتاب اسلام پسندوں نے دیکھی تو انھیں ڈر تھا کہ کتاب پر سب سے پہلے جن کے ماتھے پر بل پڑ جائیں گے وہ وہی لوگ ہیں جن کے ڈر سے اشتہار شائع ہونے سے رہ گیا تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب ان حضرات نے نہ صرف کتاب کی داد[168] دی بلکہ صاف الفاظ میں اپنی بے عملی کا اقرار کرتے ہو ئے کہا کہ بے شک ہم عمل میں پیچھے ہیں مگر مسلمانوں کو عیسائی بنانے جیسے مکروہ اور قابل نفرت عمل کو اظہار آزادی رائے کے نام پر قطعی برداشت نہیں کیا جا ئے گا اور نہ ہی مسلمانوں کی غربت اور جہالت کا فائدہ اُٹھا کر عیسائی مشنریز کو ان کے دین و ایمان کے ساتھ کھیلنے کا موقعہ دیا جانا چاہئے ۔اس کے برعکس مجھے شدید تکلیف اس وقت ہوئی جب میں نے ''بعض اسلام پسندوں''کے روّیے میں شدید تضاد پایا اور حیرت کی بات یہ کہ بعض کو میری کتاب ہی ناگوار گذری ۔

میری بد قسمتی یہ تھی کہ میں کتاب کی رسم رونمائی نہ کر سکا اس کی بھی ایک وجہ یہ بنی کہ اس کتاب پر طویل اور جاندار مقدمہ محترم سید علی گیلانی صاحب[89] نے قریب 25صفحات پر لکھا ہے جس نے میرے حوصلوں کو نئی زندگی بخشی اس کو مدِ نظر رکھ کر میری شدید خواہش یہی تھی کہ محترم گیلانی صاحب ہی کے ہاتھوں اس کتاب کی رسم رونمائی ہو جائے مگر ہوتا وہی

---

[89] ریاست جموں و کشمیر کے عظیم دینی اور سیاسی رہنما جوتحریک آزادی برائے اسلام کی جدوجہد کے حوالے سے اپنی ذات میں آپ ایک تحریک ایک انجمن ہیں اور ریاستِ جموں و کشمیر کے نوجوانوں کے دینی جذبات کے لئے ایک علامت تصور کئے جاتے ہیں دینی اور سیاسی قائد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شعلہ بیان مقرر اور درجنوں کتابوں کے مصنف بھی ہیں

ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے گیلانی صاحب کو آج ہی کی طرح 2012میں گھر میں ہی زیادہ تر نظر بند رکھاگیا،اس کے بعدبعض دوستوں اور علماءِ کرام کی جانب سے یہ تجویز آئی کہ اس کتاب کی رسمِ رونمائی گیلانی صاحب کی قیام گاہ پر علماءِ کشمیر کی اس نشست میں کی جائے جس میں تمام علماء مسلکی تشدد کے خاتمے کے نام پر جمع ہو نے والے تھے[169] یہاں بھی پھر وہی تقدیرکی رکاوٹ پیدا ہوئی جو حسین خوابوں کو چکنا چور کر دیتی ہے یہاں مقررہ دن اور وقت پر کشمیر پولیس نے کسی بھی عالم دین کو گیلانی صاحب کی رہائش گاہ میں داخل نہیں ہونے دیا اور بعد میں کتاب کی رسم رونمائی ناممکن ہو کر رہ گئی۔

ایک اور صورت یہ نظر آئی کہ مذہبی تنظیموں کے تعاون سے دینی اجتماعات میں اسٹال قائم کر کے عوام الناس تک یہ کتاب پہنچانے کی کوشش کی جائے مگر المیہ یہ کہ جن سے تعاون کی اُمید تھی انھوں نے ہر قدم پر حوصلہ شکنی کی اور تو اور ایک دینی اجتماع کے سرپرست نے اسٹال کو فوراَ ہٹانے کا حکم صادر کیا بصورتِ دیگر پولیس کے ذریعے اسٹال کو ہٹانے کی دھمکی دے ڈالی نتیجہ یہ نکلا کہ کتاب کیا بکتی اسٹال والوں کو جان کے لالے پڑے اور انھیں اجتماع گاہ سے باہر آکر سرگرداں رہنا پڑا ،ایک اور دینی تنظیم کے اجتماع میں ہمیں شرکاءِ اجتماع میں ”کتاب کی تعارفی سلپ “تقسیم کرنے سے روکا گیا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ سلپ پر “مقدمہ از سید علی گیلانی ”کے حروف لکھے ہو ئے تھے۔ ان اصحاب کے ہاں ہر مکتبہ فکر حتیٰ کہ ان کے مخالف مکتبہ فکر والوں کو کتابیں بیچنے کی اجازت تو ہے مگر گیلانی صاحب کا نام آتے ہی ان کی گردنیں تن جاتی ہیں اور جب یہی ٹولہ گیلانی صاحب کی کسی محفل میں موجود ہوتا ہے

تو قائد انقلاب کے توصیفی کلمات سننے کو ملتے ہیں ،ایک اور دینی تنظیم کے بڑے بزرگ نے جب دینی تنظیموں کا کتاب کے حوالے سے رویے کی روداد مجھ سے سنی تو فرمانے لگے ہم اکیلے اس کتاب کو دوسروں تک پہنچانے کا بیڑا اُٹھاتے ہیں مگر اس کے لیے شرط یہ لگا دی کہ پہلے[170] انھیں مطالعے کے لیے کتاب بھیجی جائے ہم نے کتاب بھیجی تو جناب نے کتاب کا تعارف کیا کرایا کہ مشکل سے دو لفظ بھی زبان سے نہیں سنے گئے ،بہت دیر بعد ایک اور کتاب کا مطالبہ سامنے آگیا اور ہم سمجھ گئے کہ شایدپہلی کاپی گم ہو چکی ہوگی مگر معلوم ہوا یہ ہمیں ٹرخانے کی ایک کوشش تھی اور حق یہ ہے کہ آج تک جناب کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا ،ایک اور دینی تنظیم کے ہاں جب عدم دلچسپی کی بابت سبب پوچھا گیا توجواب سن کر میں سکتے میں آگیا اس لیے کہ میں نے حرفِ آغاز میں ریاست کے تمام مکاتبِ فکر کا شکریہ ادا کیا ہے اس لیے کہ کتاب لکھنے سے قبل میں نے ان کی رائےجاننے کی کوشش کی تھی جس میں نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی گئی بلکہ جاندار مشوروں سے بھی ان حضرات نے مجھے نوازا تھا اور حق بھی یہی ہے کہ ’’ارتداد‘‘کسی خاص مکتبہ فکر کا مسئلہ نہیں بلکہ اُمت مسلمہ چاہئے وہ جو بھی ہوں کا اجتماعی مسئلہ ہے مگر افسوس کہ ان حضرات نے میرے شکریے میں اس مکتبہ فکر کا نام دیکھ کر ا سے گویا اپنی توہین سمجھ لیا ،ہم لکھتے جائیں تو بداعتمادی کا غبار چہار سو چھا جائے گا میں اسی پر اکتفا کرتے ہو ئے ان حضرات سے بس یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا اسلام کی خدمت وہی قرار پا چکی ہے جو

آپ کی چہار دیواری میں ہو رہی ہے کیا کسی کی“ تنظیمی وحدتوں” سے الگ دین کی خدمت “خدمتِ دین ” نہیں ہوتی ہے ۔

اس کے بعد کتاب پر تبصرے اور تنقید کا مرحلہ آنے

کو تھا مگر کشمیر میڈیا سے وابستہ ایک معروف روزنامے نے ایک سال پہلے تنقیدی مضمون کو دبائے رکھا ہے جو محترم و مکرم پروفیسر ڈاکٹر شیخ شوکت صاحب نے تحریر کیا تھا مگر نہیں معلوم اس روزنامے کو پروفیسر صاحب سے بیر ہے یا ہم سے مضمون بھی شوکت صاحب کو واپس نہیں دیا گیا، البتہ ظلم ہوگا اگر میں ہندوارہ کے نامی صاحب قلم شخصیت محترم غلام رسول بانڈے صاحب کا تذکرہ نہ کروں جنہوں نے میری کتاب پر بہت ہی جاندار تبصرہ روزنامہ چٹان کو بھیجا تھا جو انھوں نے دوسروں کے مقابلے میں فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہو ئے شائع کیا ،میں نے اس مجموعی صورتحال پر بہت غور کیا کہ اس کتاب کے ساتھ کشمیر کے میڈیا نے یہ ناروا سلوک کیوں روا رکھا؟تو پہلی بات میری سمجھ میں یہ آئی کہ شاید میں نے کتاب میں کوئی غلط انفارمیشن یا مسیج دئی ہو گی مگر کافی غور و فکر اور باربار مواد کو دیکھنے کے بعد بھی مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس سے میں یہ سمجھ لیتا کہ قلم نے کسی بھی جگہ ناروا رخ اختیار کرلیا ہے اس کے لیے کئی صاحب قلم حضرات سے بھی استدعا کی مگر ادھر سے بھی حوصلہ افزائی ہو ئی اور کسی نے بھی کسی ایسی چیز کی نشاندہی نہیں کی جس سے میں یہ سمجھ لیتا کہ میڈیا کا بائیکاٹ برحق ہے آخر گیلانی صاحب کے گھر منعقدہ

عید ملن کے دن ایک معروف صحافی سے بات ہوئی اور اس بابت دریافت کیا تو وہ فرمانے لگے کہ کتاب کا نام ایسا ہے جس سے شاید عیسائی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کتاب کے ذریعے انھیں نشانہ بنایا گیاہے میں سوچتا رہا کہ کیا واقعی ایسی کوئی بات ہے جس سے یہ تاثر صحیح ثابت ہو رہا ہو معلوم ہوا کہ جناب نے کتاب کے عنوان پر غور کرنے کی زحمت نہیں اُٹھائی ہے کتاب کا عنوان ہے'' کشمیر عیسائی مشنریز کے نشانے پر''نہ کہ کشمیر عیسائیوں کے نشانے پر ،ہے اور بالفرض یہی عنوان ہوتا تو کیا اس میں کوئی غلطی ہوتی ؟بالکل نہیں اس لیے کہ کتاب دو سال قبل شائع ہو چکی ہے اس کے بعد سے لیکر اب تک ہمیں اس حوالے سے جو مواد ملا اس سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ کشمیر عیسائیوں ہی کے نشانے پر ہے جو کشمیر کے لوگوں کی جہالت، غربت و افلاس کا ناجائز فائدہ اُٹھا کرانھیں ارتداد پر آمادہ کرتے ہیں ۔ حیرت مجھے اس بات پر ہو رہی ہے کہ کشمیر کے میڈیا نے اسی ایک کتاب کے ساتھ یہ غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ رویہ کیوں اپنایا ہمارے پاس پرانے اخبارات کی جتنی بھی فائلیں ہیں ان میں تو ان فتنہ پرور کتابوں کے لمبے چوڑے اشتہارات بھی شامل ہیں جنہوں نے کشمیر کے آپسی بھائی چارہ کو ہزاروں مرتبہ تباہ و برباد کر رکھا ہے اور بعض ایسی کتابوں کے اشتہارات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے پبلشر سے رائٹر تک سبھی جعلی ناموں کے ساتھ لکھتے اور کام کرتے ہیں کیا ایسے مصنفین اور مشکوک اداروں کی پبلسٹی کا بیڑاہ کشمیر کے میڈیا نے نہیں اُٹھا رکھا ہے

؟تو پھر ‘‘کشمیر عیسائی مشنریز کے نشانے پر’’کے ساتھ ہی افسوسناک روّیہ کیوں؟؟؟

باقی آئندہ

انشاﷲ

مراجع اور مآخذ

تفاسیر // مصنفین

- مدارك التنزيل وحقائق التأويل // امام نسفی ابوالبرکاتؒ
- تفسیر رازی// امام محمد بن عمر بن الحسين الرازيؒ
- تفسير القرآن العظيم (تفسير ابن كثير)// امام ابن کثیرؒ
- روح المعانی// امام محمود آلوسی بغدادیؒ
- تفسیر الکشاف// امام زمخشریؒ
- تفسیر القرطبی// امام قرطبیؒ
- تفسیر الدرالمنثور// امام جلال الدین سیوطیؒ
- تفسير ابن أبي حاتم// امام ابن ابی حاتم رازیؒ

- تفسیر روح البیان// اسماعیل حقی بن مصطفی الاستانبولی الحنفی الخلوتیؒ
- تفسیرطبری(جامع البیان فی تأویل القرآن)// امام محمد بن جریر ابو جعفر الطبریؒ
- تفسیر البیضاوی// امام بیضاویؒ 174
- أیسر التفاسیر// ابوبکو الجزائریؒ
- تفسیر بغوی (تفسیر معالم التنزیل) // امام بغویؒ
- تفسیر ثعالبی(الکشف والبیان)// امام ثعالبیؒ
- تفسیر نیسابوری// علامہ نیسابوریؒ
- تفہیم القرآن // مولانا سید ابو اعلیٰ مودودیؒ
- معارف القرآن // مفتی محمدشفیع عثمانیؒ
- تدبر قرآن // مولانا امین احسن اصلاحیؒ
- تذکیر القرآن // مولانا وحید الدین خان

كتب احادیث

- صحیح البخاری // امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ
- صحیح مسلم // امام ابو الحسین مسلم بن الحجاجؒ
- جامع الترمذی // امام محمدبن عیسی ابو عیسی الترمذیؒ
- سنن ابو داؤد// امام سلیمان بن الاشعث ابو داود السجستانیؒ
- سنن ابن ماجہ // امام محمد بن یزید ابو عبداللہ القزوینی بمعروف امام ابن ماجہؒ
- سنن نسائی// امام احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن النسائیؒ
- المؤطا // امام مالك بن انس ابو عبدالله الاصبحیؒ

- المستدرک // امام محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ الحاکمؒ
- سنن البیھقی الکبریٰ // امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیھقیؒ
- معجم الکبیرلطبرانی // امام سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانیؒ
- معجم الصغیرلطبرانی // امام سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانیؒ
- معجم ا لاوسط لطبرانی // امام سلیمان بن احمد ابو القاسم الطبرانیؒ
- مسند احمد بن حنبلؒ //امام احمد بن حنبلؒ
- مصنف ابن ابی شیبۃ // امام ابن ابی شیبة الکوفیؒ
- صحیح ابن حبان // امام محمد بن حبان التمیمیؒ
- مسند ابی یعلی // امام احمد بن علی ابو یعلی الموصلیؒ
- مصنف عبدالرزاق // امام ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانیؒ
- مجمع الزوائد // للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمیؒ

کتب فقہ

- کتاب الخراج //امام ابو یوسفؒ
- ردالمحتار // امام ابن عابدین دمشقیؒ
- المغنی //امام عبد اللہ بن احمد بن قدامہؒ
- المجموع //امام نوویؒ
- الدراری المضیة //امام محمد بن علی الشوکانیؒ
- شرح فتح القدیر // امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسیؒ
- بحر الرائق //امام زین الدین ابن نجیم الحنفی ؒ
- الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ // علامہ خیر الدین رملی فلسطینیؒ

- الغیث الھامع شرح جمع الجوامع// ولی الدین ابی زرعۃ احمد بن عبد الرحیم العراقی ؒ
- مجموع الفتاویٰ// امام ابن تیمیہ ؒ
- (مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية - 1416ھ/1995)

176

- ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول // محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ

کتب سیرت

- السیرۃ النبویۃ // امام ابن کثیرؒ
- سیرت ابن ہشام // علامہ ابن ہشامؒ
- سیرت لابن حبان // امام ابن حبانؒ
- زادالمعاد // امام ابن القیمؒ
- الخصائص الکبری // امام جلال الدین سیوطیؒ
- دلائل النبوۃ // امام ابی بکراحمد بن الحسین البیہقیؒ
- المغازی // علامہ واقدی
- الشفابتعریف حقوق مصطفیٰ // حضرت قاضی عیاض مالکیؒ
- الصارم المسلول علی شاتم رسول // امام ابن تیمیہؒ
- نبی رحمت // مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

کتب تاریخ

- البدایۃ النھایۃ// امام ابن کثیرؒ

- تاریخ بغداد // احمد بن علی ابو بکر الخطیب البغدادیؒ
- تاریخ ابن خلدون // امام ابن خلدونؒ
- زبدۃ الحلب // عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ الحلبی
- الدرر السنیة في الأجوبة النجدیة // علماء نجد الاعلام
- تاریخ مکة المشرفة والمسجد الحرام والمدینة الشریفة والقبر الشریف ابو البقاء محمد بن احمد المکی

عربی کتب

- المستصفیٰ // امام غزالیؒ
- علم اصول الفقہ // عبد الوهاب خلاف
- جامع الاحادیث // امام جلال الدین السیوطیؒ
- مرقاۃ المفاتیح // العلامہ الملا علی القاریؒ
- العرف الشذی // محدث الکبیر محمد انور شاہ ابن معظم شاہ کشمیری ؒ
- کشف المشکل من حدیث الصحیحین // امام ابن جوزیؒ
- عمدۃ القاری// امام بدر الدین عینیؒ
- فتح الباری // امام ابن حجر عسقلانیؒ
- احکام القرآن للجصاص // امام احمد بن علی الرازی الجصاصؒ
- غایۃ الوصول // علامہ شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ
- الاشباہ والنظائر // امام تاج الدین عبد الوهاب بن علی السبکیؒ

دیگر کتب

- اسلام،پیغمبر اسلام □اور مستشرقین کا اندازِ فکر// ڈاکٹر عبدالقادرجیلانی
- تاریخ دعوت و عزیمت // مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
- مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش // مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ 178
- حجۃ اللہ البالغہ // حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
- تعبیر کی غلطی // مولانا وحید الدین خان
- شتم رسول کا مسئلہ قرآن و حدیث اور فقہ و تاریخ کی روشنی میں // مولانا وحید الدین خان
- تحفظ ناموس رسالت اور گستاخ رسول کی سزا // ساجد اعوان
- ناموس رسالت اورقانون توہین رسالت // ایڈووکیٹ محمد اسماعیل قریشی
- شہیدان ناموس رسالت // محمد متین خالد

اردو اخبارات

- روزنامہ بلند کشمیر سری نگر
- روزنامہ جسارت کراچی
- عالمی سہارا دہلی
- راہِ منزل جموں
- روزنامہ جنگ پاکستان
- روز نامہ پاکستان
- روز نامہ نوائے وقت پاکستان
- روز نامہ ایکسپریس پاکستان

- فیملی میگزین کراچی
- روز نامہ ڈان پاکستان
- ماہنامہ الرسالہ دہلی
- ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

انگریزی کتب اور اخبارات

- Religion, Politics and International Relations Jeff rey Haynes
- Muhammad at Mecca // William Montgomery Watt
- THE PROTOCOLS OF THE LEARNED ELDERS OF ZION (old document of jews)
- Spanish Islam a history of the Moslems in Spain Reinhart Dozy
- Washington post // America
- The daily beast // America
- Daily Telegraph // London



Contact Address:

SHAH e HAMDAN (R.A) Trust /Society

Srigufwara District Anantnag

Kashmir (INDIA)

Pin code:192401

Phone Numbers +919419522211

Email: altafnadvi@gmail.com